ماہنامہ

# التبلیغ

راولپنڈی

جلد 20 شمارہ 07

فروری 2023ء - رجب المرجب 1444ھ

ماہنامہ
# التبلیغ
راولپنڈی

جلد 20 شمارہ 07

فروری 2023ء - رجب المرجب 1444ھ

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود

فی شمارہ.................. 50 روپے
سالانہ.................. 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

# ترتیب وتحریر

صفحہ


آئینۂ احوال......مسالکِ مختلفہ پر کم علم، نااہل و پیشہ وروں کا تسلط.....مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 35)...............................غیر مومن کو ہمراز و دوست

بنانے کی ممانعت.............................................................// // 6

درسِ حدیث .... برزخ و قبر کی حیات، اور جسم و روح کا تعلق (قسط 16)...// // 12

**مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ**

افادات وملفوظات.......................................................مفتی محمد رضوان 17

نیند سے بیداری پر مسنون دعا پڑھنے کا فائدہ اور پیغام...............مولانا شعیب احمد 20

علم کے مینار:..... فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف.....مفتی غلام بلال 24

تذکرۂ اولیاء:.........................عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی

گورنروں کی تقرری (قسط 2)...........................................مولانا محمد ریحان 29

پیارے بچو!..............................ہیٹر میں نیند.............................// // 32

بزمِ خواتین ...امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (خلاصہ)....مفتی طلحہ مدثر 33

آپ کے دینی مسائل کا حل .......................تکفیر بازی ومغالطاتِ

سلفی کا جائزہ (قسط 4)..................................................ادارہ 39

کیا آپ جانتے ہیں؟... تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (قسط 7)...مفتی محمد رضوان 59

عبرت کدہ ..............................بنی اسرائیل کا بطورِ سزا آپس میں

ایک دوسرے کو قتل کرنا...............................................مولانا طارق محمود 62

طب وصحت ..........................''صَبِرْ'' یعنی ایلوویرا اور ''ثُفَّاء''

یعنی ہالوں کے فوائد.................................................حکیم مفتی محمد ناصر 65

اخبارِ ادارہ ............ادارہ کے شب وروز................................// // 67


www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**آئینۂ احوال**

مفتی محمد رضوان

# مسالکِ مختلفہ پر کم علم، نااہل و پیشہ وروں کا تسلط

افسوس ہے کہ ایک عرصہ سے مختلف مسالک ومکاتبِ فکر پر چند ایسے کم علم و نااہل، بلکہ پیشہ ور اور بازاری لوگوں کا تسلط قائم ہوتا جارہا ہے، جو ان مسالک ومکاتب کے بنیادی افکار ونظریات اور اصولیات تک سے واقف اور ان پر کاربند نہیں، اور وہ چند روایتی چیزوں کو ہی ان مسالک ومکاتب کے بنیادی نظریات واصولیات سمجھے بیٹھے ہیں، اور رات ودن ان ہی روایتی بحثوں میں مشغول ہیں، ان کی بحثوں کا بنیادی محور چند روایتی، بلکہ پیشہ ورانہ مسائل ہیں، جن میں اپنی صلاحیتوں کو کھپا کر وہ دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں اور دین وملت کی وسیع تر ضروریات ومقاصد کو نظر انداز کردیتے ہیں، اس صورتِ حال کا مشاہدہ تقریباً ہر مسلک اور مکتبِ فکر سے وابستہ ایک مخصوص طبقہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔

ہر مسلک ومکتبِ فکر میں ایسے طبقہ کے مٹھی بھر لوگ عوامی سطح پر موجود ہیں، جو جلسے جلوسوں، نعرہ بازیوں اور اپنی لچھے دار تقریروں سے عوام الناس کے ذہنوں کو مسحور، بلکہ مسموم کرتے ہیں، جھوٹی وغیر معتبر حدیثوں وروایتوں اور لایعنی وبے سند قصوں اور واقعات اور ملفوظات سنا کر عوام کو بہکاتے پھسلاتے، اور ان کو جنت کی سند اور گویا کہ لالی پاپ دے کر مطمئن اور مسرور کیے رکھتے ہیں، اور اس طبقہ کے بہت سے لوگ اس کام کو ایک پیشہ کے طور پر کرتے ہیں، جس کے لیے وہ در بدر اسٹیجوں اور منبر ومحراب پر براجمان ہونے کے لیے چکر کاٹتے پھرتے ہیں، مختلف مسالک ومکاتبِ فکر کی طرف منسوب مسجدوں، اداروں، بارگاہوں، امام باڑوں وغیرہ میں ایسے پیشہ وَرذاکروں اور پیروں اور مولویوں نے ڈیرے جما رکھے ہیں، جو شور وشرابہ سے اپنے آپ کو اکثریت کے ساتھ مشہور کرتے ہیں، جبکہ ان کی تعداد مٹھی بھر سے زیادہ نہیں، اور ان کا بنیادی مقصد اپنی شہرت، نام آوری، نوکری اور نذرانوں کو پختہ ومضبوط کرنا، اپنے اپنے عوام کو اپنے ساتھ وابستہ کرنا اور جوڑ کر

www.idaraghufran.org

رکھنا، اور گویا کہ اپنے گاہک بنا کر رکھنا، اور اوراس سے بڑھ کر اپنی اپنی فوجیں دوسرے مسالک ومکاتبِ فکر والوں کے خلاف تیار کر کے رکھنا، اور اپنی عظمت وعقیدت، فوقیت وبرتری کو ثابت وقائم کرنا ہوتا ہے۔

اس حبِّ مال وحبِّ جاہ کی بھوک وپیاس مٹانے، اور حرص وطمع کی خواہش پوری کرنے کے طرزِ عمل کے نتیجہ میں یہ طبقہ شدت وانتہاء پسندی تک جا پہنچا ہے، جس کو قرآن وسنت اور شرعی وفقہی مستند دلائل اوران سے ثابت شدہ مضبوط اور صحیح موقف سے کوئی سروکار نہیں، بلکہ اس کو بازار اور مارکیٹ میں اپنا چورن فروخت کرنا، اور اپنے زیادہ سے زیادہ گاہک بنانا، اور دوسروں سے متنفر کر کے اپنے ساتھ جوڑے رکھنا، اور فرقہ پرستی کی آگ کو بھڑکانا ہے۔

یہ طبقہ عام طور پر اسٹیجوں، جلسہ جلوسوں اور اجتماعوں میں پہنچ کر محفلیں جماتا ہے، اور کم علم وسادہ لوح لوگوں کو اپنی چکنی چوپڑی باتوں کا گرویدہ بنا کر رکھتا ہے، اور اس مقصد کے لیے غیر معتدل اشعار اور نظمیں ونعتیں بھی گا گا کر سناتا، اور مجمع کو گویا کہ گرماتا ہے۔

اور اس طبقہ کے سامنے جب اس کے کسی روایتی موقف کے خلاف کوئی حق بات آتی ہے، اور اس کو اپنی چوری پکڑے جانے کا خوف لاحق ہوتا ہے، تو منصوبہ بندی کے تحت اس کے خلاف خوب شور مچایا جاتا ہے، الزام تراشی کا انبار لگایا جاتا ہے، اور اس کو مسالکِ حقہ واکابر کا مخالف، گستاخ، زندیق وغیرہ نہ جانے کیا کچھ قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے، اور قرآن وسنت اور شریعت کے مضبوط ومستحکم دلائل وبراہین اور ان سے ثابت ہونے والے موقف کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جس کی بناء پر اس طبقہ کی حیثیت ''چور مچائے شور'' سے زیادہ نہیں ہوتی، اور اس مقصد کے لیے اس طبقہ نے اپنا پورا ایک گینگ تیار کر رکھا ہے، جو متفرق مقامات پر موجود ہو کر، ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔

حالانکہ اس طرح کی اتہام وتہمت سازی کے خلاف، جس طرح شریعتِ مطہرہ کی طرف سے سزا مقرر کی گئی ہے، اسی طرح ہمارے یہاں قانونی طور پر بھی ''ہتکِ عزت'' کے عنوان سے سزا مقرر ہے، اس قانون کو مذکورہ تہمت وافتراء پرداز طبقہ کے خلاف مؤثر انداز میں استعمال ہونا چاہیے۔

دوسری طرف اس روایتی و پیشہ ور طبقہ کے مقابلہ میں سنجیدہ محقق اصحابِ علم حضرات خاموشی سے اپنے حجروں میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے میں عافیت محسوس کرتے ہیں اور اس روایتی طبقہ کے لیے عوامی میدان کو خالی چھوڑے رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ طبقہ مادر پدر آزاد ہو کر مزید جری ہو جاتا ہے۔

سنجیدہ محقق اصحابِ علم کے غیر ضروری شرافت والے طرزِ عمل نے اس روایتی، پیشہ ور اور شدت پسند طبقہ کا دماغ خراب کر دیا ہے، حالانکہ شرعی اعتبار سے چپ سادھنے کا یہ طرزِ عمل ہرگز مناسب، بلکہ جائز نہیں، علمائے حق دراصل وارثینِ انبیاء ہیں، جس کی وجہ سے حق بات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیغام کو پہنچانا، ان کے ذمہ واجب ہے، اور اس میں کوتاہی کرنا جرم ہے۔

اگر ہمارے علمائے محققین جرأت و ہمت کے ساتھ ابلاغِ حق کا صحیح حق اداء کریں، اور ہر مسلک و مکتبِ فکر کے صحیح وارث اپنی ذمہ داری کو نبھائیں، اور ایسے لوگوں کے خلاف شرعی اور قانونی تنبیہات ومحرکات کو مؤثر بنائیں، تو نااہل، پیشہ ور اور دوکاندار مسالک کے نام نہاد ترجمانوں، پیشہ وروں، اور شدت پسندوں اور معاشرہ میں آگ سلگانے والے گینگ کا تسلط بھی ختم ہوگا، اور ان نااہل لوگوں کی قلعی بھی کھلے گی، اور ہر مسلک ومکتبِ فکر کا صحیح چہرہ بھی سامنے آئے گا، اور اِن نااھلوں کی وجہ سے دین سے بیزار ہونے والے بڑے طبقہ کی اصلاح کا سامان بھی میسر آئے گا۔

ورنہ حکمت و مصلحت کی چادر اوڑھے رکھنے، اور ''من ترا حاجی بگویم، تو مرا حاجی بگو'' کی روش پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں اپنی اور دوسروں کی دنیا وآخرت کی تباہی میں وہ خود بھی شریک و مجرم تصور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اصلاحِ احوال کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

**درسِ قرآن** (سورہ آلِ عمران: قسط35، آیت نمبر118 تا آیت نمبر120)     مفتی محمد رضوان

# غیر مومن کو ہمراز ودوست بنانے کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ(118) هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(119) اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْــٴًـا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ (120)

(سورة آل عمران،رقم الآيات١١٨ الى ١٢٠)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! مت بناؤ تم، ہمراز اپنے (یعنی مومنوں کے) علاوہ کو، نہیں کوتاہی کریں گے وہ تم کو خراب کرنے میں، چاہتے ہیں، وہ ان چیزوں کو جو سخت مضر ہوں تم کو، یقیناً ظاہر ہو چکا بغض ان کے منہوں (یعنی زبانوں) سے اور جو مخفی رکھا ہوا ہے، ان کے سینوں نے، وہ بہت بڑا ہے، یقیناً بیان کر دیا ہے، ہم نے تمہارے لئے آیات کو، اگر ہو تم عقل رکھنے والے (118) یہی ہیں، وہ لوگ کہ محبت کرتے ہو تم ان سے، اور نہیں محبت کرتے وہ تم سے، اور ایمان رکھتے ہو تم کتابوں پر، سب کی سب پر، اور جب ملاقات کرتے ہیں وہ تم سے، تو کہتے ہیں وہ کہ ایمان لاچکے ہم، اور جب جدا ہوتے ہیں وہ، تو کاٹنے لگتے ہیں تم پر انگلیوں کو غصہ سے، آپ فرما دیجیے کہ مرجاؤ تم اپنے غصے سے، بے شک اللہ علیم ہے، سینوں والوں کا (119) اگر پہنچتی ہے، تم کو کوئی اچھائی، تو بری لگتی ہے ان کو، اور اگر پہنچتی ہے، تم کو کوئی برائی، تو خوش ہوتے ہیں وہ اس سے، اور اگر صبر کرو تم، اور تقویٰ اختیار کرو تم، تو ضرر نہیں پہنچا سکے گا تم کو ان کا مکر کچھ

بھی، بے شک اللہ ان کاموں کو جو وہ کرتے ہیں ''محیط'' ہے (120)(سورہ آلِ عمران)

# تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دشمنوں کے شر سے حفاظت کے لئے نہایت اہم تعلیم بیان فرمائی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مومنوں کو چاہیے کہ وہ اپنے علاوہ کسی کو بھی، خواہ وہ یہود ونصاریٰ ہوں، یا مشرکین ومنافقین ہوں، اپنا ہم راز، اور مخلص دوست نہ بنائیں، کیونکہ وہ تمہیں خراب، اور تباہ وبرباد کرنے میں کوئی کمی وکوتاہی، فروگزاشت نہیں کریں گے، بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں کسی نہ کسی شکل میں سخت ضرر وتکلیف پہنچے، اوران کی زبانوں سے مومنوں کے خلاف بغض وعداوت ظاہر ہوچکی ہے، یعنی ان کی طرف سے اس طرح کی باتیں سامنے آچکی ہیں، جو مومنوں سے بغض وعداوت پر مشتمل ہیں، اور جو بغض ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے، وہ اس سے بھی زیادہ بڑا ہے۔

اور ہم تو یہ واضح باتیں تمہارے سامنے بیان کرچکے ہیں، اگر تم عقل اور سمجھ بوجھ سے کام لوگے، تو ان کو سمجھنا، اوران کے مطابق عمل کرنا، بہت آسان ہوگا، ورنہ تمہاری کم عقلی ہوگی۔

پھراس کے بعد اگلی آیت میں اللہ نے جو حکم بیان فرمایا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہی لوگ ہیں، جن سے تم محبت کرتے ہو، حالانکہ یہ لوگ تم سے محبت نہیں کرتے، جس کی بنیاد یہ ہے کہ تم اللہ کی سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو، اور یہ لوگ ان سب پر ایمان نہیں رکھتے، کوئی صرف تورات، اور کوئی انجیل پر ایمان رکھتا ہے، قرآن پر ان میں سے کوئی بھی ایمان نہیں رکھتا، اور منافقوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب یہ تم سے ملاقات کرتے ہیں، تو تمہارے سامنے یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاچکے ہیں، لیکن جب یہ تم سے الگ ہوجاتے ہیں، تو تم پر حسد، جلن، اور غصہ کی وجہ سے اپنی انگلیوں کو کاٹتے ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فرمایا کہ تم ان دشمنوں کو یہ کہہ دو کہ تم اپنے غصہ کی وجہ سے مرجاؤ، بے شک اللہ، تمام سینہ والوں کا علیم ہے، اس سے کسی کے سینہ کی کوئی بات بھی چھپی ہوئی نہیں ہے۔

پھر تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ان دشمنوں کی ایک حالت یہ بیان فرمائی کہ اگر مومنوں کو کوئی اچھائی پہنچتی ہے، تو ان کو بری لگتی ہے، اوران کو اس سے رنج وغم ہوتا ہے، اور اگر

مومنوں کوکوئی برائی پہنچتی ہے،توان کواچھی لگتی ہے،اوراس سے ان کوخوشی وفرحت ہوتی ہے۔

پھراللہ تعالیٰ نے ان کے اس طرزِعمل کے نتیجہ میں مومنوں کوحکم فرمایا کہ اگرتم صبراورتقویٰ اختیار کروگے،توان کامکروفریب تمہیں کسی قسم کاکوئی ضرر ونقصان نہیں پہنچا سکے گا،بے شک اللہ ان کا موں کوجووہ کرتے ہیں''محیط'' ہے،یعنی اللہ نے ان کے تمام مکروفریب والے خفیہ اور ظاہری منصوبوں اوراعمال کااحاطہ کررکھاہے،لہٰذاتمہارے صبراورتقوے کی برکت سے اللہ تم کوان کے شر سے محفوظ رکھے گا،اس لئے فکرکی کوئی بات نہیں۔

''بطانة'' دراصل''مخلصانہ دوستی'' کوکہاجاتاہے،جس میں دوسرے سے قلبی ودلی محبت ہوتی ہے۔

غیرمسلموں اورکافروں سے اس طرح کاہمرازاورقلبی محبت ودوستی والامخلصانہ تعلق جائزنہیں،جس کی ممانعت کاذکرقرآن مجیدکی دوسری آیات میں بھی آیاہے۔

چنانچہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کاارشادہے کہ:

وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ

(سورة النساء،رقم الآية ٨٩)

ترجمہ: چاہتے ہیں وہ کہ کاش کفراختیارکروتم،جس طرح کفراختیارکیاانہوں نے،پھر ہوجاؤتم تم برابر،پس مت بناؤتم ان میں سے دوست (سورہ نساء)

اورسورہ نساء میں ہی اللہ تعالیٰ کاارشادہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ (سورة النساء،رقم الآية ١٤٥)

ترجمہ:اے وہ لوگو،جوایمان لائے،مت بناؤتم کافروں کو دوست،مومنوں کے علاوہ (سورہ نساء)

اورسورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کاارشادہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (سورة المائدة،رقم الآية ٥١)

ترجمہ:اے وہ لوگو، جو ایمان لائے مت بناؤ تم یہود ونصاریٰ کو دوست،ان کے بعض، دوست ہیں بعض کے(سورہ مائدہ)

اورسورہ مائدہ میں ہی اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

**یَـاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِینَ اتَّخَذُوا دِینَکُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِینَ أُوتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ أَوْلِیَاءَ** (سورة المائدة،رقم الآیة۵۷)

ترجمہ:اے وہ لوگو،جو ایمان لائے، مت بناؤ تم ،ان لوگوں کو،جنہوں نے بنالیا تمہارے دین کو مذاق اور کھیل،ان لوگوں میں سے ،جن کو دی گئی کتاب ،تم سے پہلے،اور کفار کو دوست(سورہ مائدہ)

اورسورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

**یَـاأَیُّهَا الَّـذِیـنَ آمَـنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَکُمْ وَإِخْوَانَکُمْ أَوْلِیَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَى الْإِیمَانِ** (سورة التوبة،رقم الآیة۲۳)

ترجمہ:اے وہ لوگو،جو ایمان لائے ،مت بناؤ تم ،اپنے آباء اور اپنے بھائیوں کو دوست،اگر ترجیح دیں وہ کفرکو ایمان پر(سورہ توبہ)

اورسورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

**یَـاأَیُّهَا الَّـذِیـنَ آمَـنُوا لَا تَتَّـخِـذُوا عَدُوِّی وَعَدُوَّکُمْ أَوْلِیَاءَ تُلْقُونَ إِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ** (سورة الممتحنة،رقم الآیة۱)

ترجمہ:اے وہ لوگو،جو ایمان لائے ،مت بناؤ تم میرے دشمن کو،اوراپنے دشمن (یعنی غیرمومن) کودوست، کہ ڈالو تم ان کی طرف محبت کو(سورہ ممتحنہ)

پھراس کے بعدسورہ ممتحنہ میں آگے ارشاد ہے کہ:

**إِنْ یَثْقَفُوکُمْ یَکُونُوا لَکُمْ أَعْدَاءً وَیَبْسُطُوا إِلَیْکُمْ أَیْدِیَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَکْفُرُونَ** (سورة الممتحنة،رقم الآیة۲)

ترجمہ:اگر کامیاب ہوجائیں وہ تم پر،تو ہوجائیں گے وہ تمہارے لئے دشمن ،اور پھیلائیں گے وہ تمہاری طرف اپنے ہاتھوں کو اور اپنی زبانوں کو برائی کے

ساتھ،اور چاہتے ہیں وہ کہ کاش کہ کفر اختیار کرو تم (سورہ ممتحنہ)

احادیث میں برائی کا حکم دینے اور اس پر اُبھانے والے ’’بطانة‘‘ سے بچنے کی تاکید آئی ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَا اسْتُخْلِفَ خَلِيفَةٌ إِلَّا لَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالخَيْرِ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ، وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ، وَالمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللَّهُ** (صحيح البخاری،رقم الحديث ٦٦١١)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو بھی (کسی کام کا) خلیفہ بنایا جاتا ہے،تو اس کے دو ہم راز دوست ہوتے ہیں،ایک ہم راز دوست تو اس کو خیر کا حکم دیتا،اور اس کو خیر پر ابھارتا ہے،اور دوسرا ہم راز دوست،اس کو شر کا حکم دیتا ہے،اور اس کو شر پر ابھارتا ہے،اور ’’معصوم‘‘ (ومحفوظ) تو وہی رہ سکتا ہے،جس کو اللہ ’’معصوم‘‘ (ومحفوظ) رکھے (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

**إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ المُنْكَرِ، وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا، وَمَنْ يُوقَ بِطَانَةَ السُّوءِ فَقَدْ وُقِيَ** (سنن الترمذی،رقم الحديث ٢٣٦٩،مستدرک للحاکم،رقم الحديث ٧١٧٨)

ترجمہ: بلا شبہ،اللہ جس نبی،یا اس کے خلیفہ کو مبعوث فرماتا ہے،تو اس کے دو ہم راز دوست ہوتے ہیں،ایک تو اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے،اور دوسرا ہم راز دوست،اس کو خراب کرنے میں کوئی کمی (وکسر) نہیں چھوڑتا،اور جس کو برے ہم راز ودوست سے بچالیا گیا،تو بس وہ محفوظ ہوگیا (ترمذی،حاکم)

اس لئے مومنوں کے علاوہ سے قلبی محبت اور دلی دوستی کا تعلق رکھنا،اور اس کو اپنا ہم راز بنانا،دنیا وآخرت کے اعتبار سے سخت مضر ونقصان دہ ہے،جو مومنوں سے قلبی تعلق اور سچی دوستی نہیں رکھ سکتے،تا آنکہ ان کے مذہب کو قبول نہ کرلیا جائے۔

اور جب طرفین سے مخلصانہ محبت ہو،تو ہی وہ خیر وسلامتی والی ہوتی ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ**(صحيح مسلم،رقم الحديث ٦٥، ١٨٥٥)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بہترین ائمہ(وحکمران)وہ ہیں جن سے تم محبت کرو،اوروہ بھی تم سے محبت کریں،اوروہ تمہاری نمازِ جنازہ پڑھیں،اور تم ان کی نمازِ جنازہ پڑھو،اورتمہارے شریرترین ائمہ(وحکمران) وہ ہیں،جن سے تم بغض رکھو،اوروہ تم سے بغض رکھیں،اورتم ان پرلعنت کرو،اوروہ تم پرلعنت کریں(مسلم)

مذکورہ آیات کے آخر میں صبراورتقویٰ اختیارکرنے کوکافروں کے مکروشر سے حفاظت کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی ان دونوں اعمال کو''حفاظتِ غیبی'' کا ذریعہ بتلایا گیا ہے،اوران دونوں اعمال کو ہمت وحوصلہ والے کاموں میں سے بتلایا گیا ہے،جیسا کہ سورہ آلِ عمران ہی میں آگے آتا ہے،اورسورہ یوسف میں بھی ان دونوں چیزوں کاایک ساتھ ذکر ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ ہم راز بنانے،اورمحبانہ ومخلصانہ دوستی وتعلق قائم کرنے کاتعلق صرف مومن کے ساتھ ہی جائز ہے،کافر کے ساتھ جائز نہیں،البتہ غیرمومنوں کے ساتھ شرعی قاعدہ کے مطابق حسنِ سلوک اوراچھا برتاؤ کرنا جائز ہے،اسلام نے ہرایک کے حقوق اس کے حسبِ شان مقرر کئے ہیں، جوغیرمسلم اسلامی مملکت کے رہائشی ہوں،یا مسلمانوں سے کوئی معاہدہ کئے ہوئے ہوں،ان کے متعلق بھی اسلام کی پاکیزہ اورمعتدل تعلیمات وہدایات موجود ہیں،یہاں تک کہ اگرکوئی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے،لیکن اس کے دل میں ایمان نہیں،تو اس کے ساتھ ظاہری برتاؤ مسلمانوں والا کرنے کاحکم ہے،اسی کے ساتھ اس سے احتیاط کا بھی حکم ہے۔

اوراس کا عمدہ واعلیٰ ترین ذریعہ ان سے قلبی ودِلی محبت نہ رکھنا،اور''صبراورتقویٰ'' کواختیارکرنا ہے،جودشمنوں کی سازشوں کوناکام اوراللہ کی غیبی امداد کا موثر ترین طریقہ ہے۔

**درسِ حدیث** مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

# برزخ وقبر کی حیات،اور جسم وروح کا تعلق (قسط16)

## نعمان بن محمود آلوسی کا حوالہ

صاحبِ ''روحُ المعانی'' علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے بیٹے نعمان بن محمود آلوسی بغدادی (المتوفیٰ: 1317ہجری) فرماتے ہیں کہ:

''جہاں تک انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیاۃ کا تعلق ہے،تو وہ برزخی حیاۃ ہے، جواُن شہیدوں سے اعلیٰ ہے،جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ''بل أحیاء عند ربھم یرزقون''اور یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے، بخاریِ عصر ہمارے شیخ المشائخ،شیخ علی سویدی بغدادی نے اپنی''کتابُ العقد''میں فرمایا کہ ابویعلیٰ،اور بیہقی نے روایت کیا ہے،اوراس کو صحیح بھی کہا ہے،جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں حیات ہیں،نماز پڑھتے ہیں۔

اورامام احمد،اور مسلم نے اپنی صحیح میں اورنسائی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ''جس رات مجھے(آسمان پر معراج کے لیے) لے جایا گیا،اس رات میں موسیٰ کے پاس سے گذرا،جو اپنی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے''۔

مناوی نے فرمایا کہ نماز پڑھنے کا مطلب،اللہ سے دعاءاوراس کی ثناء کرنا اوراس کا ذکر کرنا ہے،پس (اس مذکورہ حدیث میں)لفظِ''صلاۃ''سے مرادلغوی معنیٰ ہیں،جو کہ دعاءاورثناء کے ہیں،اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شرعی نماز مراد ہے،قرضی نے اس کواختیار کیا

ہے(بہرحال یہ دونوں اقوال ہیں، جو ذکر کردیئے گئے،ولکل وجھة ھو مولیھا)

اورمعراج کی رات میں موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے، اور اسی رات موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھنے میں کوئی ٹکراؤنہیں، کیونکہ انبیاءعلیہم الصلاۃ والسلام کی منازل کئی ہوتی ہیں(لہٰذا ان کو ایک منزل سے دوسری منزل میں آنے جانے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت حاصل ہے)یا یہ وجہ ہے کہ انبیاءعلیہم السلام کی ارواح، بدن سے جُدا ہونے کے بعد''رفیقِ اعلیٰ''میں ہوتی ہیں، لیکن اُن کو بدن سے ایک خاص قسم کی وابستگی اور تعلق ہوتا ہے، اور اسی تعلق کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اور آسمان پر بھی دیکھا، لہٰذا مذکورہ دونوں قسم کے واقعات سے یہ لازم نہیں آتا کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو ان کی قبر سے اوپر لے جایا گیا ہو، پھر قبر کی طرف لوٹایا گیا ہو، بلکہ آسمان پر اُن کی روح اور اُس کے ٹھہرنے کا مقام تھا، اور آپ کی قبر آپ کے بدن اور اس کے ٹھہرنے کا مقام ہے، ارواح کو اجسام کی طرف لوٹانے(یعنی قیامت)کے دن تک۔

جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح، رفیقِ اعلیٰ میں ہے، اور آپ کا بدن شریف، آپ کے روضۂ مبارکہ میں ہے، آپ علیہ الصلاۃ والسلام پر جو درود پڑھتا ہے، اس کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

اور جس کی طبیعت میں اس بات کو سمجھنے سے اکھڑپنا ہو، تو اس کو آسمان(اور سیاروں) کی طرف دیکھنا چاہیے، اس کی بلندگی پر بھی غور کرنا چاہیے، اور اس کے تعلق پر بھی غور کرنا چاہیے، اور اس کی زمین میں پائی جانے والی تاثیر پر بھی غور کرنا چاہیے(کہ آسمان ، بلکہ اس کے نیچے قدرتی سیارے، خلاء اور فضاء میں موجود ہوکر زمین کے لیے سیٹلائیٹ کا کام کرتے ہیں، اور دوسرے اہم اثرات بھی زمین پر مرتب کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، جو موجودہ سائنسی دنیا میں بدیہی شکل اختیار کرچکے ہیں)اور اسی طرح نباتات اور حیوانات کی زندگی اور حیات میں بھی غور کرنا چاہیے(جن میں ایسے جانور

بھی ہیں، جو دور رہتے ہوئے اپنے انڈوں وغیرہ کو حرارت پہنچانے کا کام سرانجام دیتے ہیں) اور جب آپ مذکورہ کلمات پر غور کریں گے، تو یہ بات جان لیں گے کہ اس مسئلے میں دور دراز کے تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

جن میں سے ایک تکلف یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دیکھنا، نیند میں تھا، یا تمثیل کے طور پر تھا، یا وحی کی وجہ سے خبر دینے کے طور پر تھا، آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔

اور''المواھبُ اللدنیة''میں ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو دیکھنے کی نوعیت میں اختلاف واقع ہوا ہے، بعض نے انبیائے کرام کی ارواح کو دیکھنا مراد لیا ہے، سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے، لہٰذا اس بات کا احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن میں سے ہر نبی کو زمین پر ان کی قبر کے اندر اس صورت میں دیکھا ہو، جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، اور وہ احادیث میں اپنے مقام پر مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر، اس نبی کو آنکھوں سے دیکھا، پھر اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت اور بصیرت میں اتنی قوت عطاء فرمادی ہو، جس کے ذریعے سے آپ نے اس کا ادراک کرلیا ہو، جس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت اور جہنم کو باغ کے اندر موجود ہوکر دیکھنا بھی ہے، اور قدرت ان دونوں چیزوں کی صلاحیت رکھتی ہے''المواھب''اور اس کی شرح میں جو بات مذکور ہے، وہ ختم ہوئی، اور مکمل بحث وہیں پر ہے۔ [1]

اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی، جیسا کہ حدیث میں وارِد ہوا ہے، انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے افراد کو یہ (لازمی) شرف حاصل نہیں۔

اور''المواھب''ہی میں ابوداؤد کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے کہ''زمین، انبیاء کے جسموں کو نہیں کھاتی''۔

---

[1] دنیا میں بھی دوربینوں اور طاقت ور کیمروں سے ایسی ایسی چیزوں کو دیکھ لیا جاتا ہے، جن کو عادتاً انسان اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا، اور عالمِ برزخ وعالمِ بالا کا معاملہ تو دوسرے عالم کا ہے، اس کی اشیاء اگر انسانوں کو نظر نہ آئیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وحی کی طاقت سے دکھلادے، تو اس میں کوئی بھی شک وشبہ والی بات نہیں۔ محمد رضوان۔

اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو مقرر فرمادیا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کو آپ تک پہنچاتا ہے۔

اور حدیث میں یہ بات بھی وارد ہوئی ہے کہ جو کوئی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے، تو اللہ، میری روح کو لوٹا دیتا ہے، پھر میں اس کے صلاۃ وسلام کا جواب دے دیتا ہوں، لہٰذا آپ ان باتوں سے غافل نہ ہوں۔

قبر میں نعمت اور عذاب، روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے:

اور عذاب اور نعمت کا روح اور بدن دونوں کے لیے ہونا، جمہور کے نزدیک طے شدہ مسئلہ ہے۔

اور ائمۂ حنفیہ اور ان کی موافقت کرنے والے عدمِ سماعِ موتیٰ کے قائلین کے قول کے یہ بات مخالف نہیں، جیسا کہ سونے والا، خواب کو دیکھتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی روح اور اس کا بدن، لذت حاصل کرتا ہے، یا اس کی روح غمگین ہوتی ہے، اور اس کا بدن بھی تکلیف اور اضطراب کو پاتا ہے، لیکن جب اس کے پاس، اس حالت میں کوئی شخص بات چیت کرے، تو وہ اس بات چیت کو نہیں سنتا، اور اس سلسلے میں احادیث وارِد ہوئی ہیں، جن کو اہلِ بصیرت مضبوطی سے سمجھتے ہیں۔............

البتہ بعض علماء، سوال کے وقت، روح کے بدن کی طرف اعادہ نہ ہونے کی طرف گئے ہیں، اُن کا کہنا یہ ہے کہ سوال صرف روح کو ہوتا ہے، اور اسی طریقے سے تکلیف وراحت کا تعلق بھی، روح کے ساتھ ہوتا ہے، ان علماء میں ابو محمد بن حزم ظاہری بھی ہیں (لیکن یہ قول جمہور کے خلاف ہے، جیسا کہ گزرا)‘‘ (الآیاتُ البینات) [1]

---

[1] أما حياة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام الحياة البرزخية التى هى فوق حياة الشهداء الذين قال الله تعالى فيهم (بل أحياء عند ربهم يرزقون) فأمر ثابت بالأحاديث الصحيحة قال بخارى عصره شيخ مشايخنا الشيخ على السويدى البغدادى فى كتابه العقد أخرج أبو يعلى والبيهقى وصححه عن انس رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون. وأخرج الإمام أحمد ومسلم فى صحيحه والنسائى عن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال مررت ليلة أسرى بى على موسى قائما يصلى فى قبره. قال المناوى أى يدعو ويثنى عليه ويذكره فالمراد الصلاة اللغوية وهى الدعاء والثناء. وقيل المراد الشرعية وعليه القرضى .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ عبارت میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کے برزخی ہونے، اور شہدائے عظام سے اعلیٰ وارفع ہونے کی تصریح ہے۔

اور''سماعِ موتیٰ ''کے بارے میں کلام آگے آتا ہے، سماعِ موتیٰ کے قائلین بھی اہلُ السنۃ میں داخل ہیں، اور عدمِ سماعِ موتیٰ کے قائلین بھی اہلُ السنۃ میں داخل ہیں، جب تک اصولِ شریعت سے باہر نہ نکلیں۔ اور بعض حضرات دونوں طرح کی نصوص واقوال میں ''جمع وتطبیق'' کے قائل ہیں۔ اس لیے اس مسئلہ کے متعلق بے جا افراط وتفریط درست نہیں، جیسا کہ آگے آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا۔ (جاری ہے......)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا تدافع بين هذا وبين رؤيته إياه تلك الليلة في السماء السادسة لأن للأنبياء عليهم الصلاة والسلام مسارح أو لأن أرواح الأنبياء بعد مفارقة البدن في الرفيق الأعلى ولها إشراف على البدن وتعلق به وبهذا التعلق رآه يصلي في قبره ورآه في السماء فلا يلزم كون موسى عليه الصلاة والسلام عرج به من قبره ثم رد إليه بل ذلك مقام روحه واستقرارها وقبره مقام بدنه واستقراره إلى يوم معاد الأرواح إلى الأجساد .

كما أن روح نبينا صلى الله عليه وسلم بالرفيق الأعلى وبدنه الشريف في ضريحه المكرم يرد السلام على من يسلم عليه الصلاة والسلام. ومن غلظ طبعه عن إدراك هذا فلينظر إلى السماء في علوها وتعلقها وتاثيرها في الأرض وحياة النبات والحيوان. إذا تأملت في هذه الكلمات علمت أن لا حاجة الى التكلفات البعيدة التي .منها أن هذا كان رؤية منام أو تمثيلا أو اخبارا عن وحي لا رؤية عين.

وفي المواهب اللدنية اختلف في رؤية نبينا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم لهؤلاء الأنبياء عليهم الصلاة والسلام فحمل ذلك بعضهم على رؤية أرواحهم الا عيسى عليه السلام فيحتمل أن يكون عليه الصلاة والسلام عاين كل واحد منهم في قبره في الأرض على الصورة التي أخبر بها من الموضع الذي ذكر أنه عاينه فيه فيكون الله عز وجل قد أعطاه من القوة في البصر والبصيرة ما أدرك به ذلك ويشهد له رؤيته صلى الله تعالى عليه وسلم الجنة والنار في عرض الحائط والقدرة صالحة لكليهما الى آخر ما قال انتهى ما في المواهب وشرحه ،وتمام البحث فيه. وأن أجسام الأنبياء عليهم الصلاة والسلام لا تاكلها الارض كما ورد بالحديث بخلاف غيرهم .وقد روى في المواهب عن أبي داود بلفظ إن الأرض لا تأكل اجساد الأنبياء.

ومن خصائص نبينا عليه الصلاة والسلام أن الله تعالى وكل ملكا يبلغه صلاة المصلين والمسلمين عليه الصلاة والسلام.وورد أيضا ما من أحد يسلم على إلا رد الله على روحي فرددت عليه الصلاة والسلام فلا تغفل.النعيم والعذاب في القبر للروح والبدن:وأما كون العذاب والنعيم للروح والبدن فأمر مسلم عند الجمهور. ولا ينافي عدم السماع على قول الأئمة الحنفية ومن وافقهم فهذا النائم يرى الرؤيا فتلتذ روحه وبدنه أو تغتم روحه ويتألم ويضطرب بدنه وإذا تكلم عنده شخص وهو في تلك الحالة لا يسمع وقد وردت به الأخبار فاعتقدته ذوو الأبصار...........نعم إن بعض العلماء ذهب إلى عدم إعادة الروح إلى البدن وقت السؤال وأن السؤال للروح فقط وكذا التعذيب أو التنعيم. ومنهم أبو محمد بن حزم الظاهري (الآيات البينات في عدم سماع الأموات على مذهب الحنفية السادات، ص ٣٩ الٰی ٥٥، الفصل الثالث )

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

# افادات وملفوظات

## متشدد مذہبی طبقہ کا مذموم رویہ

(15-ربیع الآخر-1444ھ)

ایک عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ ہماری علمی ومذہبی نسبت جس سلسلہ سے ہے، اس میں ایسے غیر ذمہ دار وغیر دیانت دار اور علمی خیانت کے مرتکب لوگوں کا طبقہ موجود ہے، جس کو دوسرے سے مؤدبانہ طریقہ پر اجتہادی وفروعی نوعیت کے اختلاف کو برداشت کرنے کا بھی حوصلہ وہمت نہیں۔

اور اب یہ طبقہ اس درجہ انتہاء پسندی پر اتر آیا ہے کہ اس کی خواہش ہے کہ وہ اپنے ساتھ مذکورہ بالا نوعیت کا اختلاف کرنے والے کو فتوے بازی کرکے اپنے مذہب ومسلک سے خارج کرے۔

حالانکہ اس طبقہ کو یہ معلوم نہیں کہ سلف کے سچے متبعین کو خود بھی پہلے سے اپنے آپ کو اس انتہاء پسند طبقہ سے وابستگی کا کوئی شوق نہیں، وہ پہلے ہی اپنے آپ کو اس طبقہ سے الگ تصور کرتے ہیں، اگر یہ طبقہ خود اپنے ہاتھوں سے یہ کام کردے گا، تو وہ خود ہی اس مقصود کی تکمیل میں ان کا معاون ومددگار شمار ہوگا۔

اہلِ حق کو الحمد للہ تعالیٰ نہ اس طبقہ سے وابستگی کا شوق اور طلب ہے اور نہ ہی اس طبقہ کی فتوے بازی سے کوئی وحشت اور خوف لاحق ہے۔

اس طبقہ کا کام تو یہی ہے، وہ خود اپنی انتہاء پسندی کی وجہ سے جمہور سے کٹا ہوا ہے، اگرچہ وہ اپنے ٹولہ کو اپنے زعم میں جمہور تصور کرتا ہو، یہ بے چارہ کیا دوسروں کو اہلِ حق سے خارج کرے گا۔

اہلِ حق کے متبعین کا دینی ومذہبی مسائل میں جو موقف ہے، الحمد للہ تعالیٰ اس کی سند قرآن وسنت، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی جیسے اصول وقواعد کی روشنی میں موجود ہے، ایسی صورت میں ان کو کسی دوسرے کی طرف سے سند حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ نہ ہی اس سے مندرجہ بالا سند پر کوئی

www.idaraghufran.org

اثر واقع ہوتا، ایسی صورت میں اس طرح کے ملزمانہ فتووں کا محققانہ جواب بھی اہلِ حق کے متبعین کی طرف سے، قرآن وسنت کی روشنی میں دلائل و براہین کے ساتھ دیا جائے گا، اور دیا جاتا رہا ہے۔

یہ طبقہ اس سے پہلے بھی بڑے بڑے علماء و بزرگوں کے خلاف اس طرح کی مذموم حرکات کر کے ناکامی کا منہ دیکھ چکا ہے، بلکہ ہر دور میں ''سفہاء و جہلاء کا طبقہ'' فقہاء کا مخالف رہا ہے، جن کا آج اچھائی کے ساتھ نام لینے والا بھی کوئی نہیں۔

اور جن اکابر واسلاف اور فقہائے محققین کے خلاف اس طرح کی کوششیں کی گئیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے نام اور شان اور کام سب کو آج تک الحمدللہ تعالیٰ رفعت وعزت اور حیات بخشی ہوئی ہے۔

## اپنے اسلاف ومشائخ کا بدنام کنندہ طبقہ

(15-ربیع الآخر-1444ھ)

موجودہ دور کے جامد و متشدد نام نہاد علماء کے غیر معتدل رویہ سے دل بہت کھٹا ہوتا ہے، جو اہلِ حق کی طرف اپنی بڑی بڑی نسبتوں کا اظہار کرتے ہیں، رات دن، ان کے نام لیتے ہیں، ان کی نسبت سے عزت، شہرت اور دولت سب کچھ پاتے ہیں، لیکن ان کے کردار میں اہلِ حق کی سچی نسبت نظر نہیں آتی، میں نے پہلے بھی بہت مرتبہ عرض کیا کہ ہم جس سلسلہ اور مکتبِ فکر کی طرف منسوب ہیں، اس کے بانی، مبانی، اور اس سلسلہ کو دوسرے سلسلوں سے ممتاز کرنے والے اکابر ومشائخ کا طرزِ عمل کیا تھا؟ خواہ وہ علم و تحقیق کا پہلو ہو، یا عمل اور تقوے وطہارت کا پہلو ہو، یا روایت اور حکایت کا پہلو ہو، یا اپنے اور پرائے لوگوں سے اختلاف و برتاؤ کا پہلو ہو؟ ان سب میں وہ حضرات نہایت محتاط، اور پاکیزہ سیرت کے مالک تھے، ہر وقت اپنے احتساب، دوسروں سے حسنِ ظن، اپنی زبان، قلب اور نفس کی نگرانی کرنا، ان کی رگ و پے میں سَمایا ہوا تھا، ان اکابر واسلاف کی حکایات وواقعات کافی حد تک محفوظ ہیں، ان حضرات کے صدق واخلاص کی برکت سے آج ہم اس قابل ہوئے کہ کچھ اچھے برے کی تمیز ہوگئی، اور راہِ حق نظر آنا شروع ہوگئی، ورنہ معلوم نہیں، کیا حالت ہوتی؟ لیکن افسوس کہ ان حضرات کے ایک ایک کر کے چلے جانے اور اوپر سے ان کے تربیت یافتہ حضرات کے رخصت ہو جانے کے بعد اب رفتہ رفتہ اکثر صرف ان کے نام لیوا ہی باقی رہتے جا رہے ہیں، عمل

اور کردار کی شخصیات عنقاء ہوتی جارہی ہیں، بلکہ اب تو نوبت اور حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک طبقہ جو اپنی نسبت ان اسلاف کی طرف کرتا ہے، وہ خود ہی ان حضرات کا بدنام کنندہ بن رہا ہے، چنانچہ جب اس طبقہ کے کردار کو ملاحظہ کیا جاتا ہے، تو گردن شرم سے جھک جاتی ہے۔

اسی لئے میں بہت مرتبہ اس طبقہ سے برائت ظاہر کر چکا ہوں، اور اب پھر کرتا ہوں کہ اس طبقہ کو اہلِ حق اسلاف کا حقیقی ترجمان ہرگز نہ سمجھا جائے، جس کا قول وفعل، ان حضرات سے مطابقت نہیں رکھتا، اس جعل ساز اور جھوٹی نسبت کے حامل طبقہ کا طرزِ عمل، الزام و بہتان تراشی، علمی خیانت اور جھوٹ وفریب، رات ودن کا مشغلہ ہے، اوپر سے یہ طبقہ ''چور مچائے، شور'' کا مصداق بن کر اپنے آپ کو تنبیہ کرنے والے کو طرح طرح سے، ڈرانے، دھمکانے، ملامت کرنے، اور اپنے حلقہ سے خارج کرنے کی بھی کوششیں کرتا رہتا ہے، تاکہ اس طبقہ کی جھوٹی نسبت کا پردہ چاق نہ ہو جائے۔

اگر یہ خائن ومتشدد طبقہ ایسے حضرات کو اپنی نسبت سے جدا کرنا چاہتا ہے، تو یہ بات ان حضرات کے لئے اعزاز کا باعث ہوگی، کیونکہ اہلِ حق کو خود بھی اس طبقہ کے ساتھ نسبت زیب نہیں دیتی۔

www.idaraghufran.org

**مقالات ومضامین** مولانا شعیب احمد

# نیند سے بیداری پر مسنون دعا پڑھنے کا فائدہ اور پیغام

نیند سے بیدار ہونے پر جو دعائیں حدیث میں تلقین فرمائی گئی ہیں ان میں سے ایک معروف دعا یہ ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْیَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَیْهِ النُّشُوْرُ" (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٦٣١٢، کتاب الدعوات ، باب ما یقول إذا نام)

دعا کا مفہوم یہ ہے کہ تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم پر موت طاری کر دینے کے بعد ہمیں زندہ کیا اور اسی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے۔ نیند سے بیدار ہو کر اس دعا کو پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی کے دن کی ابتداء اللہ کے نام اور اس کے ذکر سے ہوتی ہے جو کہ باعثِ برکت ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی واضح ہوتا ہے:

"یَعْقِدُ الشَّیْطَانُ عَلَى قَافِیَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ یَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَیْكَ لَیْلٌ طَوِیلٌ، فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَیْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ، انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِیطًا طَیِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِیثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ" (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ١١٤٢، کتاب التهجد، باب عقد الشیطان علی قافیة الرأس إذا لم یصل باللیل)

"جب تم میں سے کوئی سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے، اور ہر گرہ پر یہ (فسوں) پھونک دیتا ہے کہ سو یا رہ ابھی بہت رات باقی ہے۔ پس اگر وہ جاگ گیا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ بیداری کے بعد اگر وضو کر لے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ پس وہ خوش اور چاق و چوبند ہونے کی حالت میں صبح کرتا ہے۔ بصورتِ دیگر وہ بددل اور سست ہو کر اٹھتا ہے" (بخاری)

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیدار ہونے پراللہ کا ذکر کرنے کی بدولت شیطان کی لگائی گئی گرہوں میں سے پہلی گرہ کھل جاتی ہے اور مذکورہ بالا دعا میں بھی اللہ کا ذکر موجود ہے، جس سے اس دعا کی افادیت واضح ہوتی ہے۔

اب اس دعا میں پوشیدہ پیغام اور سبق کو جانتے ہیں۔دعا کا سب سے پہلا پیغام تو یہ ہے کہ نیند جیسی نعمت کی طرف انسان کی توجہ ہواور اس پر انسان کے دل میں احساسِ شکر کا جذبہ جاگے کہ خدا نے انسان کو بھرپور نیند لے کر ایک طرح کی توانائی عطاء فرمائی ۔ یہ نیند اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے لیکن عام روٹین میں ہماری توجہ اس نعمت کی طرف نہیں ہو پاتی ۔اگر خدانخواستہ کچھ دنوں کے لیے یہ نعمت چھن جائے تو اس کی افادیت واہمیت ہم پر آشکار ہو جائے۔نینداگر متاثر ہوجائے تو دین اور دنیا کے سبھی کاموں پر اس کا اثر پڑتا ہے اور جسمانی صحت کی بربادی سووہ الگ۔نیند میں خدا نے سکون وآرام رکھا ہے۔انسان جب جسمانی یا دماغی طور پر تھک کر چور ہو جائے تو نینداسے اپنی آغوش میں لے کر دنیا کے بکھیڑوں سے بے خبر کر دیتی ہے اور انسان ان لمحوں میں تفکرات اور سوچوں سے بالکل آزاد ہو جاتا ہے اور نیند کے بعد جب آدمی بیدار ہوتا ہے تو جسمانی تکان اور دماغی کلفت کافور ہو چکی ہوتی ہے اور نشاط اور چستی دوبارہ جسم میں لوٹ آتی ہے۔

اسی لیے اس دعا کے ذریعے یہ پیغام دیا جارہا ہے کہ نیند جیسی اہم نعمت میسر آجانے پر خدا کا شکر ادا کرو اور اس کے نعمت ہونے کا استحضار اپنے دل میں پیدا کرو۔ورنہ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ جو بیچارے بے خوابی کے مرض میں مبتلا ہیں اور ساری ساری رات بستر پر کروٹیں لیتے رہتے ہیں،لیکن نیندان کی آنکھوں سے کوسوں دور ہے۔بزبانِ غالب: ؎

موت کا ایک دن معین ہے　　　　نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

ایسے افراد کو نیند کی وادیوں میں جانے کے لیے خواب آور دوائیں لینا پڑتی ہیں تب کہیں جا کر سکون نصیب ہوتا ہے۔

دوسرا پیغام اس دعا میں یہ پوشیدہ ہے کہ جو اللہ روزانہ انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کو سُلاتا اور جگاتا ہے وہی اللہ اس پر بھی قادر ہے کہ ان انسانوں کو ایک دن مکمل موت دے ڈالے اور پھر اس موت

کے بعد انہیں ایک نئی زندگی بخش دے۔لہٰذا وہ لوگ جو موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے باب میں کسی بھی شک وشبہ یا وہم میں مبتلا ہوں وہ نینداور نیند سے بیداری کا مشاہدہ کر لیں جس سے ہر انسان کو ہی واسطہ پڑتا ہے۔

یہ نیند،موت سے مشابہ ایک کیفیت ہے۔قرآن میں آتا ہے کہ:

**”اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ“** (سورة الزمر ، رقم الآیة: ۴۲)

”اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت،اور جن کی موت نہیں آئی ہوتی ان کو بھی ان کی نیند میں (قبض کر لیتا ہے) تو جس کی موت کا اس نے فیصلہ کر لیا اس کو اپنے پاس روکے رکھتا ہے، اور دوسری روحوں کو ایک معین وقت تک واپس بھیج دیتا ہے۔ یقیناً اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں“ (الزمر)

یہ آیتِ کریمہ واضح کرتی ہے کہ نیند دراصل موت کے مشابہ ہے۔حدیث میں بھی نیند کو موت کی بہن قرار دیا گیا ہے۔یعنی انسان جب سوتا ہے تو زندگی کی بہت سی کیفیات اس سے سلب کر لی جاتی ہیں اور وہ گویا کہ موت نما ایک کیفیت سے گزر رہا ہوتا ہے۔جس میں انسان کا فہم وشعور اور اختیار و ارادہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کے دماغی وجسمانی بہت سے افعال ایسے رک جاتے ہیں کہ جیسے وہ اس جہان میں ہے ہی نہیں۔فارسی کے ایک شاعر نے کہا ہے: ؎

من بخواب و پاسبانِ من توئی    من چوں طفل و حرزِ جانِ من توئی

ترجمہ: میں جب سو جاتا ہوں تو (اے اللہ) آپ ہی میرے نگہبان ہوتے ہیں۔ میں تو آپ کے سامنے ایک بچے کی مانند ہوں پس آپ ہی میری حفاظت فرماتے ہیں“

انسان کو سوتے میں اپنے آپ کی بھی خبر نہیں رہتی اور وہ موت سے مشابہ ایک کیفیت میں مبتلا ہوتا ہے۔ بقولِ سراج اورنگ آبادی: ؏

www.idaraghufran.org

نہ تو تُو رہا نہ تو میں رہا، جو رہی سو بے خبری رہی

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت سے انسان کو اس بے خبری کی کیفیت سے نکال کر دوبارہ شعور و ادراک عطاء فرما دیتے ہیں۔

الغرض نینداور نیند سے بیداری، مرنے اور دوبارہ جی اٹھنے کی ایک عمدہ مثال ہے، جس کا مشاہدہ انسان روز ہی کرتا ہے۔ مذکورہ بالا دعا میں موجود ''أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا'' کے الفاظ میں اسی بات کا خاموش اقرار ہے کہ جو اللہ ہمیں اس نیند سے بیدار کرنے پر قادر ہے وہی اللہ ہمیں موت کے بعد دوبارہ زندگی دینے پر بھی پوری طرح قادر ہے۔ یہی سبق سوتے وقت پڑھی جانے والی اس مسنون دعا میں بھی موجود ہے:

''اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا'' (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۳۱۴، کتاب الدعوات، باب وضع الید الیمنی تحت الخد الأیمن)

''اے اللہ! آپ ہی کے نام کے ساتھ میں مرتا ہوں اور جیتا ہوں''

www.idaraghufran.org

**علم کے مینار** (امت کے علماء وفقہاء: قسط24) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

# فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف

گزشتہ اقساط میں فقہ مالکی کا مختصر تعارف ومنہج، فقہی اصول، بنیادی مآخذ، اوراس ضمن میں امام مالک رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات اورآپ کے فقہی ذوق کا ذکر کیا گیا، ذیل میں امام مالک رحمہ اللہ کے اصحاب وتلامذہ، جوکہ اس فقہ کے ناشر وترجمان تھے، کا مختصراً ذکیا جاتا ہے۔

## (1)......عبدالرحمٰن بن قاسم

امام مالک رحمہ اللہ کے مشہور اصحاب وتلامذہ میں سے ایک جماعت تو وہ تھی، جن کا تعلق مصر سے تھا، اور دوسری جماعت کا تعلق شمال افریقی ممالک اوراندلس سے تھا، مشہور مصری تلامذہ سات ہوئے ہیں، جن میں ''ابو عبداللہ عبدالرحمن بن قاسم'' کا شمار کبار مالکی فقہاء، اورامام مالک رحمہ اللہ کے خاص تلامذہ میں ہوتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ بیس سال تک امام مالک رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے، اوران سے حدیث وفقہ کا علم حاصل کرتے رہے، ان سے سماعت کرتے، پھراس کو اچھی طرح یاد کرتے، اور اس پر عمل کرتے تھے، جس کے بعد آپ نے مشہوری مصری فقیہ لیث بن سعد (متوفی:175ھ) سے بھی علمی استفادہ کیا۔

چنانچہ اس مشہور جلیل القدر مالکی فقیہ کا مقام مجتہدِ مطلق تھا، مالکی فقہاء آپ کے متعلق اس بات کے قائل ہیں کہ آپ امام مالک کے اصحاب میں فقہ مالکی کو سب سے زیادہ جاننے والے، اورامام مالک کے علوم کے سب سے بڑے عالم تھے، زاہد متقی اور حکام سے دور رہنے والے شخص تھے، ان کے ہدایاو تحائف کو قبول نہیں کرتے تھے، اور یہ بات کہا کرتے تھے حاکموں کی قربت ومجلس میں خیر نہیں ہوتی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۹، ص ۱۲۰ و ۱۲۱، الطبقة التاسعة، رقم الترجمة: ۳۹، عبد الرحمن بن القاسم)

امام مالک کے دوسرے تلامذہ بھی آپ پر من وعن بھروسہ کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ کو ''خـــــزانۃ

www.idaraghufran.org

**مذهب مالک** ''کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے(یعنی مذہبِ امام مالک کا خزانہ) آپ نے براہِ راست امام مالک رحمہ اللہ سے روایتیں لی ہیں، اور آپ نے فقہ مالکی تصحیح وتدوین کا کام بھی کیا۔

(الفقه الاسلامی و أدلتۂ، ج ۱، ص ۴۶ ، مقدمات ضرورية عن الفقه، المطلب الثانی، المذهب: مالک بن أنس)

## اصحابِ مالکیہ کا رجوع واعتماد

امام مالک رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کے اصحاب وتلامذہ آپ ہی کی طرف رجوع اور اعتماد کرتے، اور خوب استفادہ کرتے، یہاں تک کہ مالکی مذہب کی مشہور کتاب ''المـــدونةُ الکبریٰ'' کو لکھنے والے عبدالرحمٰن بن قاسم ہی ہیں، جو''موَطا امام مالک'' کے بعد، مالکی مذہب کی دوسری بڑی کتاب ہے(وفیات الاعیان، ج۳، ص ۱۲۹، حرف العین)

اگر کہا جائے کہ امام مالک کے بعد ابنِ قاسم مالکی مذہب کی پہلی حجت ہیں، تو بے جا نہ ہوگا، یہاں تک کہ امام مالک کے سب سے زیادہ ساتھ رہنے والے شاگرد عبداللہ بن وہب آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر تم امام مالک کی فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو، تو عبدالرحمٰن بن قاسم کے پاس جاؤ، اس لیے کہ انہوں نے اسی کو اپنا مشغلہ بنائے رکھا، اور ہم دوسرے تلامذہ دوسرے کاموں میں مشغول ہوگئے(الدیباج المذهب، لابن فرحون، ج ۱، ص ۴۶۶، حرف العین، عبد الرحمن بن القاسم)

## علم کی طلب

آپ کو طلبِ علم کا بے انتہاء شوق تھا، جس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ طلبِ علم کی خاطر بے پنہا جسمانی ومالی صعوبتوں کو برداشت کیا، تحصیلِ علم کی خاطر بکثرت مال خرچ کیا، اور علمی اسفار کیے، چنانچہ ابنِ عماد لکھتے ہیں کہ "**وقد أنفق أموالا كثيرة فى طلب العلم**"

(شذرات الذهب، ج۲، ص ۴۲۰، سنة إحدى وتسعين ومائة)

اور خود فرماتے ہیں کہ میں دس سے زیادہ مرتبہ سفرِ حجاز پر گیا، اور ہر مرتبہ ایک ہزار دینار خرچ کیے۔

(سير اعلام النبلاء، ج۹، ص ۱۲۱، الطبقة التاسعة، رقم الترجمة: ۳۹، عبد الرحمن بن القاسم العتقى)

اور فرماتے ہیں کہ ایک شب عالمِ رویا میں مجھے خبر دی گئی کہ تمہیں علم سے اس قدر شغف وانہاک ہے، تو عالمِ آفاق کی صحبت اختیار کرو، میں نے پوچھا وہ عالمِ آفاق کون ہے؟ بتلایا گیا امام مالک!

چنانچہ اس غیبی اشارہ کے بعد آپ امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کامل بیس سال تک اپنے سینہ کو مالکی علوم سے مستفید کرتے رہے، اوراس طرح آپ نے امام مالک رحمہ اللہ کے منبع علم سے خصوصی استفادہ کیا، اورامام صاحب سے دسیوں کتابوں کا سماع حاصل کیا۔

(الدیباج المذهب، ج ۱، ص ۴۶۷، حرف العین، عبد الرحمن بن القاسم العتقی)

## تبحرِ علمی وجامعیت

امام مالک رحمہ اللہ کے اصحاب میں عبدالرحمٰن بن قاسم (رحمہ اللہ) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ علمی فضل وکمال کے اعتبار سے یکتائے زمانہ، فقیہ اور حافظِ حدیث تھے، اتباعِ تابعین کی جماعت میں ایسی جامع کمالات شخصیات بہت کم ملتی ہیں، خصوصاً مالکی فقہ میں ان کا ثانی ملنا تو بہت مشکل ہے، میدانِ علم کے شہسوار ہونے کے ساتھ ساتھ، آپ زہد وتقویٰ اور شجاعت وسماحت میں بھی ممتاز تھے، چنانچہ آپ نے رومؔ، بربرؔ اور زنجؔ کے جہاد میں عمر کا چوتھائی حصہ صرف کیا تھا۔

ابنِ حبان فرماتے ہیں کہ:

آپ علم وفضل میں بلند پایہ تھے، فقہ مالکی کے متبع، اوراس کے اصول سے فروع کا استنباط کرنے والے تھے(شذرات الذهب، ج ۲، ص ۴۲۰، سنة إحدى وتسعين ومائة)

اورعلامہ ذہبی کے مطابق آپ کا نام مصر کے جلیل القدر علماء وفقہاء اور مفتیوں میں سرِ فہرست ہے۔

## شیوخ وتلامذہ

آپ امام مالک رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ کے علاوہ جن ممتاز علماء وفقہاء کے فیضِ صحبت سے مستفید ہوئے، ان میں سے کچھ نام یہ ہیں:

عبدالرحمن بن شریح. بکر بن مضر. نافع بن ابی نعیم. یزید بن عبدالملک. سفیان بن عیینه. وغیرها ذلک.

اورخود آپ کے تلامذہ میں آپ کے اپنے بیٹے ”موسیٰ. سعید بن عیسیٰ. محمد بن سلمة. حارث بن مسکین. سحنون بن سعید. عبدالرحمن بن ابی الیغمر. محمد بن عبداللّٰه “ اورعیسیٰ بن حماد وغیرہ کے اسماء لائق ذکر ہیں۔

## فقہی مہارت

فقہ میں غیر معمولی مہارت آپ کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز ہے، امام مالک رحمہ اللہ کی طویل ترین ہم نشینی نے آپ کو فقہ مالکی کا منبع بنا دیا تھا، یہاں مالکی مذہب کی پہلی تصحیح و تدوین آپ ہی سے شروع ہوتی ہے، کہا جاتا ہے کہ امام مالک کے فتاویٰ و مسائل کی تقریباً تین سو جلدیں آپ کے پاس تھیں۔

(تھذیب التھذیب، لابن حجر، ج٦، ص ٢۵٣، حرف العین)

ایک بار امام مالک رحمہ اللہ سے ابنِ وہب اور ابنِ قاسم کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ ''ابنِ وہب عالم ہیں، اور ابنِ قاسم فقیہ''۔

(الدیباج المذھب ، لابن فرحون، ج ١ ، ص ۴٦٦، حرف العین، عبد الرحمن بن القاسم العتقی)

چنانچہ آپ کی اس فقہی مہارت کے متعلق ابنِ حبان فرماتے ہیں:

آپ بڑے عالم و فاضل تھے، اور ان علماء میں سے تھے، جو فقہ مالکی کے متبع تھے، اور جنہوں نے اس مذہب کے فروع متعین کیے تھے، اور اس کی طرف سے ہمیشہ دفاع اور اس کے متبعین کی حمایت کرتے رہے (تھذیب التھذیب، لابن حجر، ج٦، ص ٢۵٣، حرف العین)

اور آپ کے ہم پایہ و ہم عصر عبداللہ بن وہب (متوفی: 197ھ) کا قول ہے کہ اگر فقہ مالکی میں مہارت پیدا کرنا چاہو، تو ابن القاسم کی صحبت اختیار کرو کیونکہ وہ اس میں منفرد و یکتا ہیں (الدیباج ، ج ١ ، ص ۴٦٦، حرف العین)

## مؤطا امام مالک کی روایت

امام مالک رحمہ اللہ کی مؤطا کے رواۃ (راویوں) کی تعداد بہت زیادہ ہے، مختلف زمانوں میں مختلف علماء نے امام مالک سے اس کی تحصیل کی ہے، اس اختلافِ زمانی کے نتیجہ میں مؤطا لگ بھگ تیس مختلف طریقوں سے مروی ہے، جن میں صرف 16 روایتیں مشہور و معتبر ہیں، انہی خوش بختوں میں ابن القاسم بھی ہیں۔

چنانچہ امام نسائی کا بیان ہے کہ: کہ عبدالرحمٰن بن قاسم سے زیادہ ثبت کسی شخص نے امام مالک رحمہ اللہ سے مؤطا کی روایت نہیں کی، اور نہ اصحاب مالک میں ابنُ القاسم کے پایہ کا کوئی تھا (الدیباج

المذهب ج ١، ص ٤٦٦، حرف العين)

اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے منقول ہے کہ کہ وہ پہلے شخص جنہوں نے مؤطا مصر میں پہنچائی، عبدالرحمٰن بن قاسم ہی ہیں (تهذيب التهذيب، لابن حجر، ج٦، ص ٢٥٤، حرف العين)

## ''المدوّنةُ الكبرىٰ '' کی تالیف

فقہ مالکی کی دوسری بڑی اور مشہور ترین ضخیم کتاب ''المدوّنةُ الكبرىٰ ''عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ کی ہی تالیف ہے، جو ان کے لائق شاگرد سحنون (متوفی:240ھ) کے واسطہ سے مروی ہے۔

اس کتاب کے متعلق علامہ زرکلی کا بیان ہے کہ ''هو من اجل الكتب المالكية''.

کہ یہ مذہبِ امام مالک کی عظیم ترین کتابوں میں سے ہے (الاعلام للزركلي، ج٣، ٣٢٣، تحت الترجمة: ابن القاسم)

بعض علماء کا خیال ہے کہ خود ابنُ القاسم نے امام مالک کے زمانہ میں مدینہ سے واپس آ کر اپنے شیخ کے مجتہدات وفقیہات کو ایک کتاب کی صورت میں مدون کرنا شروع کر دیا تھا، یحییٰ بن یحییٰ مصمودی (متوفی: 226ھ) ''مدوّنہ'' کا سماع حاصل کرنے ابنُ القاسم کی خدمت میں مصر سے حاضر ہوئے تھے، لیکن اس وقت وہ بسترِ علالت پر تھے۔

## ثقاہت

علماء آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، نسائی ''ثقة مامون ''، ابوزرعہ مصری'' ثقة رجل صالح ''اور حاکم ''ثقة مامون '' کہتے ہیں، اور ان کے علاوہ امام ابنِ حبان اور دیگر نے بھی آپ کی توثیق کی ہے، یہاں تک کہ امام بخاری نے اپنی جامع صحیح (بخاری) میں ان کی روایت کی تخریج کی ہے۔

(بخاری، رقم الحديث ٤٠٤٧، سنن النسائی، رقم الحديث ج٥ ١٨٣ )

پیدائش کا سال آپ کے شاگرد سحنون کے مطابق 128ھ ہے، مصر کے رہنے والے تھے، اور مصر (قاہرہ) میں ہی 191ھ میں وفات پائی۔ [1]

[1] عبد الرحمن بن القاسم بن خالد بن جنادة العتقى المصرى، أبو عبد الله، ويعرف بابن القاسم:فقيه، جمع بين الزهد والعلم.وتفقه بالإمام مالك ونظرائه. مولده ووفاته بمصر. له (المدونة – ط) ستة عشر جزئا، وهى من أجل كتب المالكية، رواها عن الإمام مالك (الاعلام للزركلي، ج٣، ٣٢٣، حرف العين، تحت الترجمة: ابن القاسم)

www.idaraghufran.org

**تذکرۂ اولیاء** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط75) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

# عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی گورنروں کی تقرری (قسط2)

## رعایا پر نرمی وشفقت

ایک کامیاب حکمران کی یہ سب سے بڑی خوبی ہوتی ہے کہ وہ رعایا پر ظلم نہیں کرتا، ان پر اپنی اولاد کی طرح دستِ شفقت رکھتا ہے، ان کی باتوں کو اپنے بچوں کی باتوں کی طرح سنتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی اسلوب کو ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو اس بات کی تلقین کیا کرتے تھے کہ وہ رعایا پر شفقت کریں۔

”آپ رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو یہ لکھا کرتے تھے کہ تمہارا رعایا پر حق ہے، اور ان کا بھی اسی طرح تم پر حق ہے۔ یقیناً کوئی حلم اور نرمی بھی اللہ کے نزدیک حکمران کی نرمی اور حلم سے بڑھ کر نہیں ہے، اور یقیناً کوئی جہالت اللہ کے نزدیک امام کی جہالت سے بڑھ کر نہیں ہے، یقیناً جو شخص اپنے ماتحتوں کے ساتھ عفو ودرگزر اور نرمی والا معاملہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اپنے بڑوں سے بھی عافیت سے نوازا جاتا ہے۔“ [1]

کئی ایک مواقع ایسے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر اور قائدین کو اس بات کی یاد دہانی کروائی کہ اپنے سپاہیوں کو کسی خطرے اور مشکل میں ڈال کر ان کی جانوں پر نہ کھیلا جائے۔ [2]

---

[1] عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَكْتُبُ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَمْصَارِ: بِأَنَّ لَكُمْ مَعْشَرَ الْوُلَاةِ حَقًّا عَلَى الرَّعِيَّةِ/وَلَهُمْ مِثْلُ ذَلِكَ، وَإِنَّهُ لَيسَ مِنْ حِلْمٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ تعالى وَلا أَعَمَّ نَفْعًا مِنْ حِلْمِ إِمَامٍ وَرِفْقِهِ، وَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ جَهْلٍ أَبْغَضَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَلا أَعَمَّ ضَرًّا مِنْ جَهْلِ إِمَامٍ وَخُرْقِهِ، وَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبِ الْعَافِيَةَ فِيمَنْ هُوَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ يُنْزِلِ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ الْعَافِيَةَ مِنْ فَوْقِهِ (مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۲۱۴ الباب الحادی والاربعون) رواه هنّاد بن السَّرِی فی الزهد 2/ 602 عن أبی الأحوص سلام بن سليم به، وعمرو بن مرة لم يدرک عمر، وواصل بن ثوبان لم أقف له على ذكر، ولكن الخبر له طرق أخرى، فقد رواه وكيع فی الزهد ( 419) بإسناده إلى عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن سابط، عن عمر به، ورواه الطبری فی التفسير 4/ 224 بإسناده إلى سلمة بن كهيل قال: فذكره عن عمر (حاشية مناقب امير المؤمنين عمربن الخطاب لابن الجوزی)

[2] كان عمر رضی الله عنه يتوخى فی ولاته الرحمة والشفقة على الرعية، وكم من مرة أمر قادته فی الجهاد ألا يغرروا بالمسلمين ولا ينزلوهم منزل هلكة، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ جب کبھی آپ رضی اللہ عنہ کسی کو گورنر بناتے تو اس پر انصار کی ایک جماعت کو گواہ بناتے ہوئے کہتے کہ میں نے تمہیں مسلمانوں کے خونوں اور نہ ہی ان کی عزتوں پر گورنر بنایا ہے، لیکن میں نے تمہیں اس لیے گورنر بنایا ہے تا کہ تم ان کے مابین عدل کے ساتھ تقسیم کرو، اوران میں نماز قائم کرو۔ [1]

ایک مرتبہ ایک لشکر بلادِ فارس کی طرف روانہ ہوا یہاں تک کہ ایک نہر کے کنارے پہنچ گیا، جس پر کوئی پُل نہ تھا۔ سخت سردی کے دن تھے۔ امیرِ لشکر نے ایک سپاہی کو کہا کہ پانی میں اتر کر اس کی گہرائی کا اندازہ لگاؤ تا کہ لشکر نہر کو عبور کر سکے۔ اس سپاہی نے کہا کہ اے امیر! مجھے اندیشہ ہے کہ میں پانی میں اترا تو ٹھنڈ کی وجہ سے مرجاؤں گا۔ امیرِ لشکر نے اسے مجبور کیا تو وہ پانی میں یہ پکار لگاتے ہوئے اترا ''اے عمر! اے عمر!'' یہ کہتے ہوئے وہ پانی میں اتر گیا، اور مرگیا۔ جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ کو پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اس امیر کو معزول کر دیا، اور کہا کہ اگر امیر کی اطاعت کا حکم نہ ہوتا تو میں آج تجھ سے بدلہ لیتا۔ آج کے بعد تم میرے کسی کام کے لائق نہیں۔ [2]

## قرابت داری:

آپ رضی اللہ عنہ گورنر کی تقرری کے معاملہ میں اس بات کی یقین دہانی کرتے کہ جس گورنر کی آپ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وكتب عمر لرجل من بني أسلم كتاباً يستعمله به، فدخل الرجل على عمر وبعض أولاد عمر فى حجر أبيهم يُقبّلهم .فقال الرجل: تفعل هذا يا أمير المؤمنين؟ فوالله ما قبَّلت ولداً لي قط، فقال عمر: فأنت والله بالناس أقل رحمة، لا تعمل لي عملاً، ورده عمر فلم يستعمله(فصل الخطاب فى سيرة ابن الخطاب ۳۲۲ الفصل الخامس،تعيين الولاة فى عهد عمر)

[1] حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْوَلِيدِ ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ ، عَنِ ابْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ ، قَالَ : كَانَ عُمَرُ إِذَا اسْتَعْمَلَ رَجُلاً أَشْهَدَ عَلَيْهِ رَهْطًا مِنَ الأَنْصَارِ وَغَيْرِهِمْ ، قَالَ : يَقُولُ : إِنِّي لَمْ أَسْتَعْمِلْك عَلَى دِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ ، وَلاَ عَلَى أَعْرَاضِهِمْ , وَلَكِنِّي اسْتَعْمَلْتُك عَلَيْهِمْ لِتَقْسِمَ بَيْنَهُمْ بِالْعَدْلِ وَتُقِيمَ فِيهِمَ الصَّلاَةَ , وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ لاَ يَأْكُلَ نَقِيًّا ، وَلاَ يَلْبَسَ رَقِيقًا ، وَلاَ يَرْكَبَ بِرْذَوْنًا ، وَلاَ يُغْلِقَ بَابَهُ دُونَ حَوَائِجِ النَّاسِ . (المصنف لابن ابى شيبة ج۱۲ ص۳۲۷ رقم الحديث ۳۳۵۹۱ كتاب السير،ى بهِ الإِمام الولاة إذا بعثهم)

[2] وغزت بعض جيوشه بلاد فارس حتى انتهت إلى نهر ليس عليه جسر فأمر أمير الجيش أحد جنوده أن ينزل في يوم شديد البرد لينظر للجيش مخاضة يعبر منها، فقال الرجل: إني أخاف إن دخلت الماء أن أموت، فأكرهه القائد على ذلك، فدخل الرجل الماء وهو يصرخ: يا عمراه يا عمراه! ولم يلبث أن هلك، فبلغ ذلك عمر وهو في سوق المدينة .فقال: يا لبيكاه يا لبيكاه، وبعث إلى أمير ذلك الجيش فنزعه وقال: لولا أن تكون سنّة لأقدت منك، لا تعمل لي على عمل أبداً(فصل الخطاب فى سيرة ابن الخطاب ص ۳۲۲ الفصل الخامس،تعيين الولاة فى عهد عمر)

www.idaraghufran.org

تقرری کررہے ہیں، وہ آپ کا کوئی قرابت داریا رشتہ دار نہ ہو۔ اس کی وجہ بظاہر یہ سمجھ آتی ہے کہ گورنر کی تقرری ایک معاملہ ہے، جس میں سرزنش بھی ہوتی ہے، باز پرسی بھی ہوتی ہے۔ غلطی پر معزول بھی کیا جاتا ہے، اور معاملات میں صفائی بھی پیشِ نظر ہوتی ہے۔ قرابت داریا رشتہ دار کے ساتھ اس طرح کے معاملات میں بسا اوقات نرمی والا پہلو سامنے آجاتا ہے، جس سے رعایا کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دور اسی وجہ سے کامیاب رہا کہ آپ نے کسی بھی منصب پر اپنے کسی رشتہ داریا قرابت دار کو فائز نہ کیا، تاکہ نرمی کی نوبت ہی نہ آئے۔ [1]

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ اہل کوفہ کی ولایت کے معاملہ میں کچھ شاکی تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تو چاہا تھا کہ مجھے قوی امین شخص ملے جسے میں ان پر گورنر بناؤں۔ تو اس پر اس نے شخص نے کہا کہ میں آپ کو اس شخص کا بتاتا ہوں، وہ عبداللہ بن عمر ہوسکتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تجھے برباد کرے، اللہ کی قسم میرا اس سے ہرگز یہ ارادہ نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ جس نے محض رشتہ داری اور قرابت داری کو ہی دیکھتے ہوئے کسی کو کوئی عہدہ دیا، تو اس نے اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت کی۔ [2]

---

[1] اس کے برعکس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کو دیکھا جائے، تو اس میں آپ رضی اللہ عنہ نے گورنروں کی تقرری میں قابلیت کے ساتھ قرابت داری، اور رشتہ داری کو بھی ملحوظ رکھا۔ بظاہر یہی وجہ بنی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور کے اواخر میں یہی وہ قرابت دار تھے ،جن کی دیدلحاظی نے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا۔

[2] كان عمر حريصاً على أن لا يولى أحداً من أقاربه رغم كفاية بعضهم وسبقه إلى الإسلام مثل سعيد بن زيد ابن عمه وعبد الله بن عمر ابنه، وقد سمعه رجل من أصحابه يشكو إعضال أهل الكوفة به فى أمر ولاتهم .وقول عمر: لوددت أنى وجدت رجلاً قوياً أميناً مسلماً أستعمله عليهم .فقال الرجل: أنا والله أدلك عليه، عبد الله بن عمر، فقال عمر: قاتلك الله والله ما أردت الله بهذا، وكان يقول: من استعمل رجلاً لمودة أو لقرابة لا يشغله إلا ذلك فقد خان الله ورسولهً(فصل الخطاب فى سيرة ابن الخطاب ص ٣٢٢ الفصل الخامس،تعيين الولاة فى عهد عمر)

وعن الحسن، قال: " قال عمر: " أعيانى أهل الكوفة، إن استعملت وجدت رجلاً قوياً، أميناً مسلماً، أستعمله عليهم "، فقال رجل: " يا أمير المؤمنين، أنا والله أدلك على الرجل القوى الأمين المسلم "، فأثنى عليه عمر، وقال: " من هو؟ "، قال: " عبد الله بن عمر "، قال عمر: " قاتلك الله، والله ما أردت الله بها(محض الصواب فى فضائل امير المؤمنين عمر بن الخطاب ج٢ ص٥١٧ المجلد الثانى،الباب الثامن والأربعون: ملاحظته لعماله ووصيته إياهم)

www.idaraghufran.org

**پیارے بچو!** مولانا محمد ریحان

# ہیٹر میں نیند

پیارے بچو! پچھلے سال بھی اسی طرح کی سردیاں تھیں، جمعہ کا دن تھا۔ آسمان میں دن کے وقت بھی اندھیرا تھا۔ تیز بارش ہورہی تھی۔ سردیوں کے آخری جمعے چل رہے تھے۔ مری میں برفباری پڑی ہوئی تھی۔ ہم نے سوچا کیوں نہ آج مری کی سیر کی جائے۔ گھر کے گیراج میں گاڑی کھڑی ہوئی تھی، گاڑی اسٹارٹ کی، تو اتفاق سے پہلے سلف پر ہی اسٹارٹ ہوگئی۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ گاڑی نکالی، گیراج کا دروازہ بند کرنے کے لیے تیزی سے سر جھکائے، اندر آیا، گیراج کا دروازہ بند کیا ہی تھا کہ کپڑے اور سر گیلا ہو چکا تھا۔ خیر میرے ایک عزیز ہیں، ان کے گھر سے ان کو پک کیا، اور مری کی جانب روانہ ہوگئے۔ بارہ کہو کے قریب پہنچے، تو مشورہ کیا کہ کس راستے سے جایا جائے، ایک طرف موٹر وے ہے، جس سے راستہ تو ٹھیک ہے، مگر ادھر سے پٹرول زیادہ لگتا ہے، دوسرا راستہ جی ٹی روڈ والا تھا، جس سے گاڑی کے سِلپ ہونے کا خطرہ تھا۔ بالآخر آگے جا کر پتا چلا کہ جی ٹی روڈ ہی بند کی ہوئی ہے۔ اس دن محکمہ موسمیات والوں نے مری کے موسم اور برفباری کے حوالے سے پیشن گوئی کی ہوئی تھی، اور خطرے کا الارم بجایا ہوا تھا۔ لیکن لوگ ہم سمیت کس کی سنتے ہیں۔ اب اتنی سردی تھی، تو سفر میں گاڑی کا ہیٹر تو ضروری تھا۔ ہم نے بھی سارے راستے گاڑی کا ہیٹر چلائے رکھا، میں گاڑی چلا رہا تھا، لیکن کہیں کہیں میرا سر چکرا رہا تھا، مجھے نیند آتے ہوئے محسوس ہورہی تھی۔ دل کر رہا تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤں۔ لیکن موٹر وے سے ہم کلڈ نہ موڑ پر پہنچے ہی تھے، کہ گاڑیوں کا طوفان وہاں جمع تھا، تیز چھوا چھو بارش میں گاڑیاں اپنی ہیڈ لائیٹس چلائے کھڑی تھیں۔ میرے عزیز نے کہا کہ گاڑی یہیں سے موڑو، خیر ہم نے وہیں سے گاڑی واپس موڑی، اور یوٹرن لے کر واپس گھر پہنچ گئے۔ صبح خبر ملی کہ کئی لوگ مری برفباری میں پھنسے رہے، اور گاڑیوں میں ہیٹر چلانے کی وجہ سے اس کی زہریلی گیس سے فوت ہوگئے۔ اسی دن یہ سبق ملا کہ رات کو یا سوتے ہوئے گیس کا، یا گاڑی کا ہیٹر نہیں چلانا چاہیے، کیونکہ اس کی زہریلی گیس انسان کو ابدی نیند سلا دیتی ہے۔

www.idaraghufran.org

**بزمِ خواتین**  (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط63)  مفتی طلحہ مدثر

# امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (خلاصہ)

معزز خواتین! پچھلی دس اقساط میں خواتین کی امامت و جماعت سے متعلق جو تمام تر تفصیلات ذکر کی گئی ہے، سہولت کے لیے اس کا مختصر خلاصہ ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱)......: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر خواتین کے لیے گھر میں انفرادی نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے، یہاں تک کہ خواتین کے حق میں گھر میں نماز پڑھنا خاص مسجدِ نبوی (جس میں نماز پڑھنے کی فضیلت دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کے مقابلے میں زیادہ ہے) میں نماز پڑھنے سے بھی بہتر اور افضل ہے، اس مضمون کی احادیث حضرت ام حمید ساعدی، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے یہ تھی، کہ یہ حکم عام حالات میں ہے، اور اس حکم میں حج وعمرہ پر جانے والی خواتین شامل نہیں ہیں، ان کے لیے حرمین میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

(۲)......: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے مساجد میں جانے کی اجازت لینے پر ان کو روکنے اور اجازت نہ دینے سے منع فرمایا تھا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں، اور آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام وتابعین عظام کے دور میں بھی خواتین مساجد میں حاضر ہوا کرتی تھیں، جس کی متعدد احادیث میں وضاحت آئی ہے، البتہ مساجد میں حاضر ہونے سے زیادہ بہتر یہ ہے، کہ خواتین گھر میں نماز پڑھیں، جیسا کہ پہلے واضح کیا گیا ہے۔

(۳)......: خواتین کے مساجد میں حاضر ہونے کی صورت میں ان کو چند ہدایات کا خیال رکھنا ضروری ہوگا، مثلاً خواتین کے لیے خوشبو لگا کر مساجد میں حاضر ہونا جائز نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے، اور بعض صورتوں میں شدید وعید بیان فرمائی ہے، اسی طرح بناؤ سنگھار اور میک اَپ کر کے مساجد میں حاضر ہونے سے بھی منع فرمایا گیا ہے، نیز اگر پہلے

سے خوشبو لگا رکھی ہو، تو مسجد میں حاضر ہونے کے لیے اس خوشبو کو زائل کرنا ضروری ہوگا، نیز خواتین کے لیے مسجد میں آمد و رفت کے لیے مخصوص راستے ہونے چاہییے، نیز مکمل طور پر چادر (برقع) وغیرہ لپیٹ کر حاضر ہونا چاہیے، یہ سب ہدایات متفرق طور پر متعدد احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔

(۴)......: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث میں قولاً یا فعلاً صاف طور پر عورت کی مرد حضرات کی امامت کرانے کی اجازت نہیں ملتی، نہ ہی صحابہ کرام سے اس طرح کی گنجائش مروی ہے، اسی بنیاد پر ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے، کہ عورت مرد کی امامت نہیں کرسکتی، یعنی جس جماعت میں مرد موجود ہو، وہاں مرد ہی امامت کے فرائض سرانجام دے گا، عورت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔

(۵)......: متعدد صحیح احادیث سے خواتین کا دیگر خواتین کی امامت کرانا ثابت ہے، ایسی صورت میں خاتون امام دیگر خواتین کے درمیان ہی کھڑی ہوگی، مرد امام کی طرح آگے بڑھ کر کھڑی نہیں ہوگی، خواتین کی امامت کے واقعات ازواجِ مطہرات میں سے ام المومنین حضرت عائشہ، ام المومنین حضرت امِ سلمہ اور دیگر صحابیات سے مروی ہیں، جن میں سے بعض میں فرض نماز میں اور بعض میں نفل یا رمضان میں امامت کرانے کی صراحت پائی جاتی ہے۔

(۶)......: ماضی قریب کے بعض حضرات کو حضرت امِ ورقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں موجود بعض الفاظ سے مغالطہ ہوا ہے، اور انہوں نے بعض مخصوص حالات میں خاتون کے لیے مرد کی امامت کرانے کو جائز قرار دیا، لیکن یہ ان کی علمی غلطی ہے، دلائل کے اعتبار سے یہ رائے انتہائی کمزور ہے۔

(۷)......: اگر کوئی حافظہ خاتون رمضان میں تراویح یا نفل کی جماعت کرانا چاہے، خاص طور پر جس کو قرآن مجید بھولنے کا ڈر ہو، تو ایسی صورت میں اس جماعت کو ناجائز یا مکروہِ تحریمی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۸)......: بعض روایات میں مبہم اور مجمل انداز میں خواتین کی امامت کی ممانعت نقل کی گئی ہے، لیکن ان روایات کے مقابلے میں متعدد صحیح روایات واحادیث میں خواتین کی امامت و جماعت کا ثبوت پایا جاتا ہے، لہٰذا خواتین کے لیے امامت کرانا بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے، اگرچہ اس کا معمول اور رواج پسندیدہ نہیں ہے، جیسا کہ صحابہ وتابعین وغیرہ کے دور میں بھی خواتین کی جماعت کا رواج اور معمول نہیں تھا۔

www.idaraghufran.org

# قربِ قیامت میں زنا اور شراب نوشی کی کثرت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ، وَيَكْثُرَ الزِّنَا، وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ اِمْرَأَةً اَلْقَيِّمُ الْوَاحِدُ (بخاری، رقم الحدیث 5231)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ علم اُٹھالیا جائے گا، اور جہالت (اور لاعلمی) کی کثرت ہوگی، اور زنا کی کثرت ہوگی، اور خمر (وشراب) پینے کی کثرت ہوگی، اور مَردوں کی قلت ہوگی، اور عورتوں کی کثرت ہوگی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا کفیل (وسہارا) ایک مرد ہوگا (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے قریب، زنا و بے حیائی اور خمر وشراب نوشی کی کثرت ہوگی، اور موجودہ زمانہ بھی قربِ قیامت کا زمانہ ہے، اس لئے کہ موجودہ دور میں بھی ان گناہوں میں بکثرت ابتلاء پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

## قیامت سے پہلے زمین میں دھنسائے جانے اور بندر وخنزیر بنائے جانے کا عذاب

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِيْ الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُضْرَبُ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْقَيْنَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ** (التاريخ الكبير للبخارى، ج 1، ص 305)

**ترجمہ:** کچھ لوگ میری امت میں سے خمر (وشراب) پئیں گے، جس کا نام خمر (وشراب) کے علاوہ کچھ اور رکھیں گے، ان کے سروں پر گانے بجانے کے آلات بجائے جائیں گے، اور گانے والی گانے گائیں گی، اللہ، ان لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا، اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا (تاریخ کبیر)

مذکورہ اور اس جیسی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا کہ قیامت کے قریب کچھ لوگ خمر وشراب (اور دیگر بڑے گناہوں) کو دوسرے نام دے کر، اور دوسرے مزین نام رکھ کر حلال قرار دینے کی کوشش کریں گے، اور یہ اُن کے لئے سخت وبال کا باعث ہوگا۔

مذکورہ احادیث کی پیشین گوئی کے کچھ مناظر آج دنیا میں رونما ہونا شروع ہو گئے ہیں، اور شراب ونشہ آور چیزوں کو مختلف مہذب اور پرکشش ناموں سے موسوم کیا جانے لگا ہے۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

www.idaraghufran.org

## اپنی جان کے ضروری حقوق دوسروں پر صدقہ سے مقدم ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**إِذَا كَـانَ أَحَـدُكُـمْ فَـقِيرًا، فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ،فَعَلٰى عِيَالِهِ، وَإِنْ كَـانَ فَـضْـلٌ،فَعَلٰى ذِىْ قَرَابَتِهِ أَوْ قَالَ: عَلٰى ذِىْ رَحِمِهٖ ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ،فَهَاهُنا، وَهَاهُنَا.**

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص فقیر (یعنی غریب) ہو،تو وہ اپنی ذات سے ابتداء کرے (یعنی پہلے اپنی بنیادی ضرورت پوری کرے)۔

پھر اگر کچھ بچے،تو اپنے اہل وعیال (یعنی بال بچّوں) پر خرچ کرے۔

پھر اگر کچھ بچے ،تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر یا رحم والے (یعنی قریبی نسب کے) رشتہ داروں پر خرچ کرے۔

پھر اگر کچھ بچے،تو یہاں اور وہاں خرچ کرے۔

(مسند الإمام أحمد، حديث 14273)

یہاں اور وہاں خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں دوسرے کارِ خیر میں خرچ کرے۔

مذکورہ حدیث میں اپنی ذات پر خرچ کرنے ،اور پنے اہل وعیال ودیگر رشتہ داروں پر خرچ اور صدقہ کرنے کا طریقہ اور نہایت ہی عمدہ نظم وترتیب بتلائی گئی ہے،جس کے مطابق عمل کرکے ہر طرح کی افراط وتفریط اور فضول خرچی سے بچا جاسکتا ہے۔

www.idaraghufran.org

## مستحق رشتہ داروں پر صدقہ کرنا دُوہری فضیلت رکھتا ہے

چنانچہ حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَهِيَ عَلٰى ذِى الْقَرَابَةِ اِثْنَتَانِ :صِلَةٌ، وَصَدَقَةٌ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین (یعنی عام مستحق وغریب) پر صدقہ کرنا،صدقہ ہے،اورقرابت دار(یعنی ضرورت مند رشتہ دار) پرصدقہ کرنا،صلہ رحمی اورصدقہ دوچیزوں کا مجموعہ ہے(مسند احمد،حدیث 16227

اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے رشتہ داریتیم بچوں اوراپنے مستحق شوہر پر صدقہ کرنے کے بارے میں سوال کیا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ.

ترجمہ: حضرت زینب کوان پر(نفلی)صدقہ کرنے سے دواجر حاصل ہوں گے، ایک رشتہ داری کا اجراورایک صدقے کا اجر(بخاری،حدیث1466)

ان احادیث سے اجنبی لوگوں کے مقابلہ میں اپنے مستحق اورضرورت مند رشتہ داروں پرصدقہ کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی،جن میں بہن بھائی،ماموں،خالہ، چچا،تایا،بھانجے وبھتیجےاوردیگر قریبی رشتہ دارشامل ہیں۔

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

# تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ (قسط4)

باقی رہا سلفی صاحب کی طرف سے، غیر متعلقہ اور استہزاء ومضحکہ خیز باتوں کا معاملہ، تو یہ محققین کے نزدیک، علماء وفقہاء کی صفات اور ان کے وظائف سے خارج ہیں۔

مناظرہ کی کتاب ''مناظرہ رشیدیہ'' کے آخر میں، امام فخر الدین رازی کے حوالے سے ''مناظر'' کے لیے جو چند ضروری امور ذکر کیے گئے ہیں، ان میں پانچواں اور چھٹا امر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ:

**والخامس أن يحترز عما لا دخل له في المقصود لئلا يخرج الكلام عن الضبط ولئلا يلزم البُعد عن المطلوب. والسادس أن لا يضحک، ولا يرفع الصوت، ولا يتكلم بكلام السفهاء عندالمناظرة، لأنها من صفات الجهال، ووظائفهم لأنهم يسترون بها جهلهم** (الرشيدية شرح على الرسالة الشريفية في المناظرة، ص ٦١، الناشر: مطبع المصطفائي لمحمد مصطفىٰ خان، تاريخ النشر: ١٣٠٣هـ)

ترجمہ: اور پانچواں امر یہ ہے کہ اُن چیزوں سے احتراز کرے، جن کا مقصود میں کوئی دخل نہ ہو، تاکہ کلام ضبط سے خارج نہ ہوجائے، اور مطلوب ومقصود سے دور ہونا لازم نہ آئے۔ اور چھٹا امر یہ ہے کہ ضحک اور رفعِ صوت سے اجتناب کرے، اور مناظرہ کے وقت سفہاء کی طرح کا کلام نہ کرے، کیونکہ یہ جاہلوں کی صفات اور ان کے وظائف میں سے ہے کہ وہ اس طرزِ عمل کے ذریعے اپنے جہل کو چھپاتے ہیں (رشیدیہ)

اس لئے ہم سلفی صاحب کی غیر متعلقہ، استہزاء اور مضحکہ خیزیوں پر مشتمل باتوں میں پڑ کر تضییعِ اوقات کے بجائے، موضوع سے متعلق باتوں پر کلام کرتے ہیں۔

اور ان کی الزام تراشیوں، اور تہمت سازیوں کا معاملہ آخرت پر چھوڑتے ہیں۔

## متقدمین ومتاخرین میں شیعہ کی تعریف کا فرق

سلفی صاحب نے اپنے مضمون میں ایک حوالہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی

تالیف''ارشادُ الشیعة '' کانقل کرکےاس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ متقدمین جن سے روایات لیتے تھے، وہ ایسے شیعہ تھے، جو تمام اصول وفروع میں اہلُ السنۃ والجماعۃ سے متفق تھے،صرف حضرت علی کوحضرت عثمان پرفضیلت دیتے تھے،جب کہ اہلُ السنۃ کے ہاں اتنا نظریہ بھی اجماعِ امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔

حضرت مولانا سرفراز صفدرصاحب رحمہ اللہ کی وہ عبارت مندرجہ ذیل ہے:

''حافظ الدنیا امام فنِ رجال ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (المتوفی:۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:''**فالتشیع فی عرف المتقدمین هو اعتقاد تفضیل علی علی عثمان ,وأن عليا كان مصيبا فی حروبه وأن مخالفه مخطىء مع تقديم الشيخين وتفضيلهما.الیٰ قوله.وأما التشيع فی عرف المتأخرين فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضی الغالی ولا كرامة** (تهذيب التهذيب ج ۱،ص ۹۴)

''متقدمین کے عرف واصطلاح میں تشیع کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پرفضیلت دی جائے،اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جنگوں میں حق بجانب تھے،اوران کے مخالف خطاء پر تھے،اوروہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تقدیم وتفضیل کے قائل تھے، پھرآگے فرمایااور بہرحال متاخرین کے عرف واصطلاح میں تشیع کا مفہوم خالص رفض ہے، نہ تو غالی رافضی کی روایت قبول کی جاسکتی ہے،اورنہ اس کی عزت کی جاسکتی ہے''

اس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوا کہ متقدمین کی اصطلاح میں مطلقاً نہیں، بلکہ جن سے روایات لیتے تھے،شیعہ وہ تھے، جو تمام اصول وفروع میں اہلسنت والجماعت سے متفق تھے،صرف حضرت علی کوحضرت عثمان پرفضیلت دیتے تھے،جب کہ اہل السنّت کے ہاں اتنا نظریہ بھی اجماعِ امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے،اوروہ برملا تفضیلِ شیخین کے قائل تھے،اورحضرت علی کے خلاف لڑنے والوں،مثلاً حضرت امیر معاویہ وغیرہ کو مخطی کہتے تھے،نہ کہ کافرومرتد،اورآج اس نظریہ کے شیعہ کہاں ہیں؟''

(ارشادالشیعہ ،ص۲۰، و۲۱،مطبوعہ: مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ،تاریخِ طبع نومبر ۲۰۰۱ء)

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا عبارت سے متعلق مندرجہ ذیل باتیں قابلِ غور ہیں:

(1)......کیا تمام اصول وفروع میں ''اہلُ السنۃ'' سے متفق ہونے کے باوجود صرف حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دینا، اجماعِ امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے؟

(2)......کیا حضرت علی کے خلاف لڑنے والوں، مثلاً حضرت امیر معاویہ وغیرہ کو کافر ومرتد قرار دینا، کفر ہے، اور ایسے شخص کی روایت غیر معتبر ہے؟

(3)......کیا متقدمین کی اصطلاح میں ''شیعہ'' سے وہ حضرات مراد ہوتے تھے، جو صرف حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتے تھے، باقی تمام اصول وفروع میں وہ ''اہلُ السنۃ والجماعۃ'' سے متفق ہوا کرتے تھے؟

جہاں تک حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی عبارت سے متعلق پہلی بات کا تعلق ہے، تو حضرت علی کی حضرت عثمان پر فضیلت پر اجماعِ امت کا دعویٰ، اور محض اس کی خلاف ورزی کے مرتکب کو بدعتی قرار دینا محلِ کلام ہے، کیونکہ بہت سے محققین کی تصریح کے مطابق اس پر امت کا اجماع نہیں، بلکہ یہ جمہور کا قول ہے، اور یہ مسئلہ اجتہادی ہے، جس پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوا کرتا۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی ہی، صحیح بخاری کی شرح ''فتحُ الباری'' میں لکھتے ہیں کہ:

**تقديم عثمان بعد أبي بكر وعمر كما هو المشهور عند جمهور أهل السنة وذهب بعض السلف إلى تقديم علي على عثمان وممن قال به سفيان الثوري ويقال إنه رجع عنه وقال به بن خزيمة وطائفة قبله وبعده وقيل لا يفضل أحدهما على الآخر قاله مالك في المدونة وتبعه جماعة منهم يحيى القطان ومن المتأخرين بن حزم** (فتح الباری شرح صحيح البخاری، ج۷، ص۱۶، باب فضل أبي بكر بعد النبي صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر تقدیم ہی جمہور اہل السنۃ کے نزدیک مشہور ہے، اور بعض سلف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ پر فضیلت کی طرف گئے ہیں، ان قائلین میں سفیان ثوری بھی داخل ہیں، اور یہ

بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کرلیا تھا، اور یہی قول ابنِ خزیمہ کا بھی ہے، اور ان سے پہلے، اور ان کے بعد ایک جماعت کا بھی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی جائے گی، یہ امام مالک کا مدونہ میں بیان کردہ قول ہے، اور اس قول کی ایک جماعت نے اتباع کی ہے، جن میں یحییٰ قطان بھی ہیں، اور متاخرین میں سے ابنِ حزم بھی ہیں (فتح الباری)

اور علامہ ابنِ حجر، مذکورہ تالیف میں ہی ایک جگہ فرماتے ہیں:

**فالمقطوع به بين أهل السنة بأفضلية أبى بكر ثم عمر ثم اختلفوا فيمن بعدهما فالجمهور على تقديم عثمان وعن مالك التوقف والمسألة اجتهادية** (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۷،ص ۳۴،باب قول النبى صلى الله عليه وسلم لو كنت متخذا خليلا)

ترجمہ: پس اہل السنۃ کے درمیان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی، اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت تو یقینی ہے، پھر ان کے بعد اختلاف ہے، پس جمہور کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت مقدم ہے، اور امام مالک سے توقف مروی ہے، اور یہ مسئلہ اجتہادی ہے (فتح الباری)

نیز علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''**الاصابة فى تمييز الصحابة**'' میں علامہ بغدادی کی ''**اصول الدين**'' سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کا حضرت علی وعثمان رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں اختلاف ہے، پس اشعری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو مقدم رکھا ہے۔

(ملاحظہ ہو: الإصابة فى تمييز الصحابة، ج ۱، ص ۲۴، عقيدة أهل السنة فى تفضيل الصحابة)

اور ابوالعباس قرطبی (المتوفیٰ: 656ھ) نے ''**المفهم**'' میں فرمایا:

**وقد اختلف أئمة أهل السنة فى على وعثمان رضى الله عنهما، فالجمهور منهم على تقديم عثمان، وقد روى عن مالك أنه توقف فى ذلك، وروى عنه أنه رجع إلى ما عليه الجمهور، وهو الأصح إن شاء الله، والمسألة اجتهادية لا قطعية** (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، ج٦، ص ٢٣٨، باب فضائل أبى بكر الصديق واستخلافه -رضى الله عنه)

ترجمہ:ائمہ اہل السنۃ کا حضرت علی وعثمان رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں اختلاف ہے،پس اہل السنۃ کے جمہور کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت مقدم ہے،اورامام مالک سے اس بارے میں توقف مروی ہے،اور یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے جمہور کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا،اور یہ قول ہی ''اصح'' ہے،ان شاء اللہ تعالیٰ،تاہم یہ مسئلہ''اجتہادی'' ہے''قطعی''نہیں ہے(المفہم)

اورحافظ ذہبی نے''سیر اعلام النبلاء''میں فرمایا کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت نہ تو''رفض'' ہے،اور نہ ہی''بدعت'' ہے، بلکہ اس کی طرف صحابہ وتابعین کی ایک جماعت گئی ہے''

(ملاحظہ ہو:سیر أعلام النبلاء، ج۱۶،ص۴۵۸،تحت الترجمة:الدارقطني أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد)

اس طرح کی اوربھی عبارات ہیں۔

اورحضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے''ارشادُ الشیعة''میں علامہ ابنِ حزم ظاہری کی تالیف''الفصل فی الملل والأهواء والنحل''کا''امامیہ'' کے تحریفِ قرآن سے متعلق حوالہ تحریر کیا ہے،علامہ ابنِ حزم ظاہری نے اسی تالیف میں صحابۂ کرام کے درمیان فضیلت کے بیان کے ضمن میں،جو کچھ فرمایا،وہ بھی علمی نکتۂ نظر سے ملاحظہ کرلیا جائے،اختلاف اور اتفاق الگ معاملہ ہے،علامہ ابنِ حزم کے اس کلام کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

''انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل الناس میں مسلمانوں کا اختلاف ہے۔

بعض اہلُ السنۃ،اوربعض معتزلہ،اوربعض مرجئہ اورتمام شیعہ اس طرف گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے افضل''علی بن ابی طالب'' ہیں،اوریہی قول صاف طور پربعض صحابہ وتابعین اورفقہاء سے بھی مروی ہے۔

اورتمام خوارج،اوربعض اہلُ السنۃ،اوربعض معتزلہ،اوربعض مرجئہ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر وعمر دونوں کے افضل ہونے کی طرف گئے ہیں۔

اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل جعفر بن ابی طالب ہیں،اوریہی قول عاصم نبیل،ضحاک بن

مخلد، اور عیسیٰ بن حاضر کا ہے۔اور تقریباً دس صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک علی بن ابی طالب، اور زبیر بن عوام کا سب لوگوں میں اکرم ہونا مروی ہے۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، اور عباد بن بشیر کی فضیلت مروی ہے۔اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ابوسلمہ کی فضیلت مروی ہے۔

اور مسروق بن اجدع، اور ابراہیم نخعی وغیرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت مروی ہے۔اور بعض صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت مروی ہے۔

اور اس سلسلہ میں دوسرے اقوال بھی مروی ہیں۔ابوحزم کہتے ہیں کہ میرے نزدیک جس پر میرا اللہ پر ایمان ہے، اور میرے نزدیک وہی یقینی طور پر اللہ عزوجل کے نزدیک حق ہے، وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات افضل ہیں، پھر اس کے بعد ابوبکر افضل ہیں''۔انتہیٰ۔

(ملاحظہ ہو:الفصل فی الملل والأھواء والنحل، ج۴، ص ۹۱، الکلام فی وجوہ الفضل والمفاضلۃ بین الصحابۃ)

اور جہاں تک حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی عبارت سے متعلق دوسری بات کا تعلق ہے، تو ایسے خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں موجود تھے، جو حضرت علی اور ان کے ساتھ موجود صحابہ وتابعین کی تفسیق، ان پر سب وشتم، اور تکفیر کرتے تھے، لیکن جمہور نے ان کی تکفیر نہیں کی، اور ان کی سند سے مروی احادیث بھی کتبِ حدیث میں موجود ہیں، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ راشد ہونے کی وجہ سے، ان کی اور ان کی جماعت کے حضرات کی تکفیر کا معاملہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تکفیر سے زیادہ شدید ہے، تو جمہور اہلُ السنۃ کے نزدیک ان کی تکفیر کیونکر مناسب ہوگی؟

ملا علی قاری''شرحُ الشفا''میں فرماتے ہیں کہ:

**وقد ظهر لعن السلف على لسان الروافض والخوارج جميعا** (شرح الشفا، ج ۱، ص ۶۹۶، القسم الأول، الباب اا الرابع، فصل ومن ذلک ما أطلع عليه من الغيوب)

ترجمہ: اور سلف (یعنی صحابہ پر) پر لعن، روافض اور خوارج دونوں کی زبان سے ہی

ظاہر ہوئیں (شرح الشفا)

علامہ ابنِ نجیم"البحر الرائق"میں فرماتے ہیں:

**هذه الفروع المنقولة فى الفتاوى من التكفير لم تنقل عن الفقهاء أى المجتهدين وإنما المنقول عنهم عدم تكفير من كان من قبلتنا حتى لم يحكموا بتكفير الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم وسب أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -لكونه عن تأويل وشبهة ولا عبرة بغير المجتهدين** (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ا، ص ١٣٧، كتاب الصلاة،باب الإمامة)

ترجمہ: یہ فروع جو فتاویٰ میں تکفیر سے متعلق منقول ہیں، یہ فقہائے مجتہدین سے منقول نہیں (اگرچہ ان کی تعداد کتنی زیادہ کیوں نہ ہو) اور بس اُن مجتہدین سے تو، ان لوگوں کی عدمِ تکفیر منقول ہے، جو ہمارے اہلِ قبلہ میں سے ہیں، یہاں تک کہ ان مجتہدین نے اُن خوارج پر بھی تکفیر کا حکم نہیں لگایا، جو مسلمانوں کے خونوں اور مالوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے سب وشتم کو حلال سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ تاویل اور شبہ کی وجہ سے ہے، اور غیر مجتہدین کے قول کا اعتبار نہیں (البحر الرائق)

اور امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں:

**ومذهب الشافعي وجماهير أصحابه العلماء أن الخوارج لا يكفرون** (شرح النووى علىٰ مسلم، ج٧، ص ١٦٠ ،باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

ترجمہ: اور امام شافعی اور آپ کے جمہور اصحاب علماء کا مذہب یہ ہے کہ "خوارج" کی تکفیر نہیں کی جائے گی (شرح النووی)

اور جہاں تک حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی عبارت سے متعلق تیسری بات کا تعلق ہے، تو اس سے بھی اتفاق مشکل ہے۔

اس سلسلہ میں اولاً تو یہ عرض ہے کہ مذکورہ عبارت "شیعہ وروافض" کی تکفیر سے متعلق نہیں، بلکہ روایات کے قبول ہونے نہ ہونے سے متعلق ہے۔

اور ثانیاً حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ نے جو علامہ ابنِ حجر کی عبارت نقل کی ہے، وہ

مکمل عبارت نہیں، درمیان میں عبارت کا ایک حصہ متروک ہے، جس کو پیشِ نظر رکھ کر یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ متقدمین جن شیعہ سے روایات لیتے تھے، وہ تمام اصول وفروع میں اہلُ السنۃ والجماعۃ سے متفق تھے، صرف حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتے تھے، بلکہ اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ متقدمینِ شیعہ میں بسا اوقات یہ عقیدہ بھی ہوتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں، بلکہ ''ابان بن تغلب'' جن کے ''ترجمہ'' میں حافظ ابنِ حجر نے یہ مضمون بیان کیا ہے، ان کے بارے میں بھی اس عقیدہ کے حامل ہونے کی بعض محدثین نے تصریح کی ہے۔

علامہ ابنِ حجر کی ''تہذیبُ التہذیب'' کی درمیان کی جو عبارت متروک ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

**”وربما اعتقد بعضهم أن عليا أفضل الخلق بعد رسول الله -صلى الله عليه آله وسلم ,-وإذا كان معتقد ذلک ورعا دينا صادقا مجتهدا فلا ترد روايته بهذا ,لا سيما إن كان غير داعية“**

ہم علامہ ابنِ حجر کی اس مکمل عبارت کو بمع ترجمہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''تہذیبُ التہذیب'' میں ''ابان بن تغلب ربعی کوفی'' کے ترجمہ میں فرمایا کہ:

**فالتشيع فی عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل علی علی عثمان ,وأن عليا كان مصيبا فی حروبه وأن مخالفه مخطء مع تقديم الشيخين وتفضيلهما ,وربما اعتقد بعضهم أن عليا أفضل الخلق بعد رسول الله -صلى الله عليه وسلم ,-وإذا كان معتقد ذلک ورعا دينا صادقا مجتهدا فلا ترد روايته بهذا ,لا سيما إن كان غير داعية ,وأما التشيع فی عرف المتأخرين فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضی الغالی ولا كرامة.وقال ابن عجلان " :ثنا أبان بن تغلب رجل من أهل العراق من النساک "ثقة ."ولما خرج الحاكم حديث أبان فی "مستدركه "قال" :كان قاص الشيعة وهو "ثقة ,"ومدحه بن عيينة بالفصاحة والبيان ,وقال أبو نعيم فی "تاريخه" :"مات سنة 40وكان**

غاية من الغايات ,"وقال أحمد بن سيار " :مات بعد سنة ,"41وقال العقيلى :سمعت أبا عبد الله يذكر عنه عقلا وأدبا وصحة حديث إلا أنه كان غاليا فى التشيع ,"وقال ابن سعد " :كان ثقة ,"وذكره بن حبان فى "الثقات "وأرخ وفاته ومنه نقل بن منجويه ,وقال الأزدى: "كان غاليا فى التشيع وما أعلم به فى الحديث بأسا (تهذيب التهذيب، ج ا ،ص ۹۴،ذكر من اسمه أبان)

ترجمہ: پس متقدمین کے عرف میں ''تشیع'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنگ میں مصیب قرار دینے، اور ان کے مخالف کو مخطی قرار دینے کا کا نام تھا، شیخین کی تقدیم اور فضیلت کے ساتھ، اور بسا اوقات ان میں سے بعض لوگوں کا یہ عقیدہ بھی ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ''افضلُ الخلق '' ہیں، اور جب یہ عقیدہ ورع، دین کے ساتھ صادق مجتہد کی طرف سے ہو، تو اس کی وجہ سے اس کی روایت کو رد نہیں کیا جائے گا، خاص طور پر جبکہ اس کا داعی نہ ہو، اور جہاں تک متاخرین کے عرف کا تعلق ہے، تو ان کے عرف میں تشیع ''رفضِ محض'' کا نام ہے، پس ''غالی رافضی'' کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، اور نہ اس غالی رافضی کا اکرام کیا جائے گا۔

اور ابنِ عجلان نے فرمایا کہ ہم سے ابان بن تغلب نے بیان کیا، جو کہ اہلِ عراق کے نساک میں سے ایک آدمی ہے، یہ ثقہ ہے، اور جب حاکم نے ابان کی حدیث کی اپنی مستدرک میں تخریج کی تو فرمایا کہ یہ شیعہ کا قصہ گو تھے، اور یہ ثقہ ہیں، اور ان کی ابنِ عیینہ نے فصاحت و بیان کی تعریف کی ہے، اور ابنِ نعیم نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ ان کی وفات چالیس ہجری میں ہوئی، اور یہ ''غایات'' میں سے ایک غایۃ تھے۔ اور احمد بن سیار نے فرمایا کہ ان کی وفات اکتالیس ہجری کے بعد ہوئی، اور عقیلی نے فرمایا کہ میں نے ابو عبداللہ سے سنا، جو ان کی عقل اور ادب اور صحتِ حدیث کا ذکر کرتے تھے، لیکن وہ تشیع میں غالی تھے، اور ابنِ سعد نے فرمایا کہ یہ ثقہ تھے، اور ابنِ حبان نے ان کا ثقات

میں ذکر کیا ہے، اوران کی وفات کی تاریخ کا بھی ذکر کیا ہے، اوران ہی سے ابنِ منجویہ نے نقل کیا ہے، اورازدی نے فرمایا کہ تشیع میں غالی تھے، اور میں ان کی حدیث میں کوئی حرج نہیں سمجھتا (تہذیب التہذیب)

اور''ظفرُ الامانی بشرح مختصر السید الشریف الجرجانی''میں ہے:

**التشیع بالمعنی المشهور فی عرف المتقدمین، وهو اعتقاد تفضیل علیٍّ علیٰ عثمان، أو اعتقاد أن علیاً أفضل الخلق بعد رسول اللّٰه، وأنه مصیب فی حروبه کلها، ومخالفها مخطی،وبهذا المعنی نُسب جمعٌ من أهل الکوفة المتقدمین إلی التشیّع** (ظفر الامانی بشرح مختصر السید الشریف الجرجانی، ص ۴۹۲، الباب الثانی فی الجرح والتعدیل، الناشر: مکتب المطبوعات الاسلامیة بحلب، الطبعة الثالثة فی بیروت: 1416)

ترجمہ: متقدمین کے عرف میں ''تشیع'' کے مشہور معنیٰ ''حضرت علی کی حضرت عثمان پر فضیلت، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کے افضل الخلق ہونے کا عقیدہ، اور حضرت علی کو تمام حروب میں مصیب اوران کے مخالفین کو مخطی قرار دینے کا عقیدہ ہے، اوراسی معنیٰ کے اعتبار سے اہلِ کوفہ کے متقدمین کی ایک بڑی جماعت تشیع کی طرف منسوب ہے (ظفرالامانی)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو''افضلُ الخلق''قرار دینے والے شیعہ، جس طرح پہلے تھے، اسی طرح اب بھی بہت سے موجود ہیں۔

ثالثاً مذکورہ عبارت میں متقدمین ومتاخرین کی مخصوص اصطلاح کا ذکر ہے، یہ ذکر نہیں کہ متقدمین کی اصطلاح کے مطابق اہلِ تشیع کا کتبِ حدیث میں، یا اب کہیں وجود نہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی''فیض الباری''میں مذکور تصریح کے مطابق علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک''رافضی'' کی اصطلاح''شیعہ''سے الگ تھی۔

چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**واعلم أن الرافضی عند علماء الجرح والتعدیل، من سب الصحابة رضی اللّٰه عنهم، ومن کان حبه مع أهل البیت أزید کان یسمونه**

**شیعیا**(فیض الباری علی صحیح البخاری، ج۳،ص ۲۱،کتاب الجنائز،باب الکفن بغیر قمیص)

ترجمہ: اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک ''رافضی'' وہ ہے، جو صحابہ رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرے،اور جو شخص اہلِ بیت سے زیادہ محبت رکھے،تو وہ حضرات،اس کا نام ''شیعہ'' رکھتے تھے(فیض الباری)

اگرعلامہ کشمیری کی اس بات کولیا جائے،تو محدثین نے متعددراویوں کو''شیعہ'' کے بجائے''رافضی'' قراردیا ہے،اوران کی تحسین،یا توثیق کی ہے،جیسا کہ آگے حافظ ابنِ حجر کے حوالہ سے ہی آتا ہے۔

بلکہ متعدد محققین نے ''روافض'' سے ''امامیہ'' مراد ہونے کی بھی تصریح کی ہے،اور''غالیہ'' کوان سے الگ شمار کیا ہے۔ہم علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کی اس سلسلہ میں تصریحات، پہلے نقل کر چکے ہیں۔

رابعاً روافض کی روایت قبول ہونے،نہ ہونے کے متعلق محدثین کے دوسرے اقوال بھی ہیں،صرف یہی ایک قول نہیں، جو حافظ ابنِ حجر نے''تھذیبُ التھذیب'' کی مندرجہ بالا عبارت میں ذکر کیا ہے۔چنانچہ متقدمین ومتاخرین کی''شیعہ'' سے متعلق اصطلاح کا مندرجہ بالا فرق،حافظ ابنِ حجر نے دراصل،حافظ ذہبی کے حوالہ سے نقل کیا ہے،جس کی حافظ ذہبی نے''لسانُ المیزان'' میں تصریح کی ہے۔

اورعلامہ ابنِ حجر عسقلانی نے''لسانُ المیزان''میں ہی حافظ ذہبی کے حوالہ سے مبتدعہ ورافضہ کی روایات کے قبول ہونے نہ ہونے کے متعلق مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

(ملاحظہ ہو:لسان المیزان،ج ۱،ص ۲۰۱،الیٰ ص ۲۰۳،خطبة الأصل)

اورحافظ ذہبی نے یہ بات،دراصل''میزانُ الاعتدال''میں تحریرفرمائی ہے۔

(ملاحظہ ہو:میزان الاعتدال للذھبی، ج ۱ ص ۵،و ۶، تحت ترجمة "ابان بن تغلب" رقم الترجمہ ۲)

اس کی تفصیل ہم نے اپنے دوسرے اصولی اور تفصیلی مضمون''اہلِ تشیع کی تحقیق وتکفیر''میں ذکرکردی ہے۔

علاوہ ازیں حافظ ابنِ حجر نے جابر جعفی کے بارے میں بھی ابنِ معین کا اسی طرح کا قول نقل کیا ہے ،جس طرح کا قول''تھذیبُ التھذیب''میں رافضی کے بارے میں گذرا کہ ان کی حدیث لکھی نہیں جائے گی،اور نہ ان کا اکرام کیا جائے گا۔

(ملاحظہ ہو:تھذیب التھذیب،ج ۲،ص ۴۷،باب الجیم،من اسمه جابان و جابر)

www.idaraghufran.org

لیکن اس کے باوجود جابر جعفی کی روایات کو قبول کیا گیا ہے۔

اسی لئے عزالدین محمد بن اسماعیل صنعانی، المعروف کا سلافہ بالامیر (المتوفیٰ:1182ھ) نے حافظ ذہبی کے اس قول سے اختلاف کا اظہار کیا ہے، اوراس کی دلیل بھی پیش کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

**قول الذهبی إن أهل البدعة الكبرى الحاطين على الشيخين الدعاة إلى ذلک لا يقبلون ولا كرامة غير صحيح فقد خرجوا الجماعة من أهل هذا القبيل كعدى بن ثابت وتقدم لک أنه قال الدارقطنی رافضی غال. وأخرج الستة لأبی معاوية الضرير قال الذهبی إنه غال فی التشيع ووثقه العجلی ولا يخفى من وثقوه من أهل هذه الصفة.**

**ولا تراهم يعولون إلا على الصدق كما قال البخاری فی أيوب ابن عائذ بن مدلج كان يرى الإرجاء إلا أنه صدوق وقد وثقه من سلف**(ثمرات النظر فی علم الأثر،ص ١٢٢،الیٰ ١٢٥،نتائج البحث)

ترجمہ: ذہبی کا یہ فرمانا کہ اہلِ بدعتِ کبریٰ، جو شیخین کی شان کو گرانے والے ہوں، اس کے داعی ہوں، ان کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، اور کوئی اکرام نہ ہوگا، یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ محدثین کی ایک جماعت نے اس قبیل کے راویوں کی احادیث کو روایت کیا ہے، جیسا کہ عدی بن ثابت، اور یہ بات آپ کے سامنے پہلے ذکر کی جاچکی ہے کہ دارقطنی نے ان کو غالی رافضی کہا ہے۔

اور صحاحِ ستہ نے ابومعاویہ ضریر کی حدیث کی تخریج کی ہے، امام ذہبی نے فرمایا کہ یہ تشیع میں غالی تھے، اوران کی عجلی نے توثیق کی ہے، اور وہ حضرات مخفی نہیں، جنہوں نے اس صفت کے راویوں کی توثیق کی ہے۔

اور کیا آپ نہیں دیکھتے کہ محدثین ''صدق'' کو بنیاد بناتے ہیں، جیسا کہ بخاری نے ایوب بن عائذ بن مدلج کے بارے میں فرمایا کہ وہ ''مرجئہ'' تھے، لیکن وہ سچے ہیں، اور بعض سلف نے بھی ان کی توثیق کی ہے(ثمرات النظر)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ قول راجح نہیں کہ محض رافضی، یا غلی رافضی ہونے کی وجہ سے روایت کو قبول

www.idaraghufran.org

نہیں کیا جائے گا،محدثین ہی سے اس کے برخلاف اقوال بھی مروی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حافظ ابنِ حجر نے''لسانُ المیزان ''میں،حافظ ذہبی وغیرہ کے حوالہ سے''روافض واہلِ بدعت'' کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی جورائے تحریر فرمائی،وہ یہ ہے:

**قلت :فالمنع من قبول رواية المبتدعة الذين لم يكفروا ببدعتهم كالرافضة والخوارج ونحوهم ذهب إليه مالك وأصحابه والقاضي أبو بكر الباقلاني وأتباعه.والقبول مطلقا إلا فيمن يكفر ببدعته وإلا فيمن يستحل الكذب ذهب إليه أبو حنيفة وأبو يوسف وطائفة.**

**وروى، عن الشافعي أيضا.وأما التفصيل :فهو الذى عليه أكثر أهل الحديث بل نقل فيه ابن حبان إجماعهم ووجه ذلك:**

**أن المبتدع إذا كان داعية كان عنده باعث على رواية ما يشد به بدعته**(لسان الميزان، ج ا ،ص ۲۰۳ ،خطبة الأصل)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ پس ان مبتدعہ کی روایت قبول ہونے کی ممانعت''جن کی بدعت کی وجہ سے تکفیر نہیں کی گئی،جیسا کہ رافضہ اور خوارج،اوران کے مثل''اس قول کی طرف امام مالک اورآپ کے اصحاب اورقاضی ابوبکر باقلانی اوران کے متبعین گئے ہیں۔

اور مطلقاً قبول ہونے کی طرف''سوائے اس کے جس کی بدعت کی وجہ سے تکفیر کی گئی ہے،یا وہ جھوٹ کوحلال سمجھتا ہے''امام ابوحنیفہ اورامام ابو یوسف اورایک جماعت گئی ہے،اورامام شافعی سے بھی یہی مروی ہے(کہ بدعتِ مکفرہ،اور جھوٹ کوحلال سمجھنے والے کے علاوہ اہل الاھواء کی روایت قبول کر لی جائے گی،خواہ وہ بدعت کا داعی ہو،یا نہ ہو)

اور جہاں تک تفصیل کاتعلق ہے،تو اکثر اہلُ الحدیث کا یہی قول ہے، بلکہ ابنِ حبان نے اس پر اجماع کونقل کیا ہے،اوراس کی وجہ یہ ہے کہ بدعتی جب دعوت دینے والا ہوتا ہے،تواس کے نزدیک اس کی بدعت کی تقویت اور اس پر حوصلہ افزائی کا ذریعہ بنتی ہے(لسان المیزان)

مذکورہ عبارت میں اہلِ بدعت کے وہ لوگ، جن کی بدعت کی وجہ سے تکفیر نہیں کی گئی، اُن میں روافض اورخوارج کوذکر کیا گیا ہے، پھراُن کی روایت قبول ہونے، نہ ہونے میں تین اقوال ذکر

کیے گئے ہیں، اور تیسرے قول کو ترجیح دی گئی ہے، اور اس کو اکثر اہلُ الحدیث حضرات کا قول قرار دیا گیا ہے، اور بعض کی طرف سے اس قول پر محدثین کے اجماع کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اور تیسرے قول میں تصریح ہے کہ روایت کے قبول ہونے، نہ ہونے کا مدار بدعت کا داعی ہونے، نہ ہونے پر ہے، جس کی وجہ ساتھ ہی مذکور ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ ''بدعتِ غیر مکفرہ'' محض دعوت دینے سے ''بدعتِ مکفرہ'' نہیں بن جایا کرتی۔

تیسرے قول کے راجح ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ روافض سے مروی احادیث وروایات کا بہت بڑا ذخیرہ، کتبِ حدیث وتاریخ میں موجود ہے، اگر اس کو مطلقاً غیر معتبر قرار دے دیا جائے، تو اس سے دینی احکام کا بہت بڑا حصہ ضائع چلا جائے گا، جن سے محدثین اور مجتہدین نے استدلال کیا ہے، اور ہزاروں سالوں سے فقہاء وعلماء اِن کی تعلیم وتدریس اور ان سے استنباط کا ذکر کرتے آئے ہیں، جس سے کتبِ حدیث وشروحاتِ حدیث، اور کتبِ فقہ، اور کتبِ تاریخ وسِیَر مملو ہیں۔

اور خوارج وروافض وغیرہ کے بارے میں، یہ تمام اقوال روایت کے قبول ہونے، نہ ہونے کے اعتبار سے ہیں، تکفیر اور عدمِ تکفیر کے اعتبار سے نہیں۔

اس کے علاوہ روافض کی بعض بدعات کے ''مکفرة'' یا ''غیر مکفرة'' ہونے میں علماء کے مابین اختلاف واقع ہوا ہے، لیکن حافظ ابنِ حجر ہی کی تصریح کے مطابق راجح یہ ہے کہ جس بدعت کے ''مکفرة'' ہونے پر جمیع امت کے قواعد کی رُو سے اتفاق ہو، وہی بدعت ''مکفرة'' کہلاتی ہے۔

چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے صحیح بخاری کی شرح ''فتحُ الباری'' میں فرمایا کہ:

**وأما البدعة فالموصوف بها أما أن يكون ممن يكفر بها أو يفسق فالمكفر بها لا بد أن يكون ذلک التکفير متفقا عليه من قواعد جميع الأئمة کما فی غلاة الروافض من دعوی بعضهم حلول الإلهية فی علی أو غيره أو الإيمان برجوعه إلی الدنيا قبل يوم القيامة أو غير ذلک وليس فی الصحيح من حديث هؤلاء شیء البتة .والمفسق بها کبدع الخوارج والروافض الذين لا يغلون ذلک الغلو وغير هؤلاء من الطوائف المخالفين لأصول السنة خلافا ظاهرا لکنه مستند إلی تأويل ظاهره سائغ** (فتح الباری شرح صحيح البخاری، ج ۱، ص ۳۸۵، الفصل التاسع فی

www.idaraghufran.org

سیاق أسماء من طعن فیه من رجال هذا الکتاب مرتبا لهم علی حروف المعجم)

ترجمہ: جہاں تک بدعت کا تعلق ہے،تو بدعت کے ساتھ متصف شخص،یا تو ان لوگوں میں سے ہوگا،جس کی بدعت کے باعث تکفیر کی جائے گی،یا تفسیق کی جائے گی،پس جس بدعت کی وجہ سے تکفیر کی جائے گی،ضروری ہے کہ وہ تکفیر متفق علیہ ہو،تمام امت کے قواعد پر مبنی ہو،جیسا کہ غالی رافضہ کا معاملہ ہے،جن میں سے بعض کا حضرت علی رضی اللہ عنہ،یا کسی دوسرے کے متعلق،حلولیتِ الٰہی کا دعویٰ،یا ان کے قیامت سے قبل دنیا میں رجوع پر ایمان رکھنے کا معاملہ ہے،یا اس کے علاوہ کوئی ایسا عقیدہ۔

اور صحیح میں یقینی طور پر ان لوگوں کی کوئی بھی حدیث نہیں ہے۔

اور جس کی تفسیق کی جائے گی،جیسا کہ خوارج،اور روافض جو مذکورہ غلو نہیں کرتے،اور ان کے علاوہ اصولِ سنت کی ظاہری خلاف ورزی کرنے والی جماعتیں،لیکن وہ تاویلِ ظاہرہ سائغ (یعنی تکفیر کے لئے مانع) کی طرف استناد کرتے ہیں (فتح الباری)

رجعت کا قول اگر تناسخ کی بنیاد پر نہ ہو،تو یہ باعثِ تکفیر نہیں،ورنہ تو ایسے راویوں کی روایت کے قبول ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں تھے،جو اس عقیدہ کے حامل تھے،جبکہ معاملہ برعکس ہے۔

''**ظفرُ الامانی بشرح مختصر السید الشریف الجرجانی**''میں''بدعتِ اعتقادیہ''کے بارے میں فرمایا کہ:

''اگر وہ بدعت،باعثِ کفر ہو(اور اس کا باعثِ کفر ہونا،متفق علیہ ومجمع علیہ ہو،جیسا کہ گذرا) تو اس کے کفر کی وجہ سے،اس کی روایت قبول نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں،اور اگر اس کی بدعت،باعثِ کفر نہ ہو،تو پھر اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں،ایک قول مطلقاً رَد ہونے کا،اور دوسرا قول جب وہ روایت،یا شہادت میں اپنے مذہب کی نصرت کے بارے میں جھوٹ کو حلال سمجھتا ہو،تو اس کی روایت رَد ہونے کا۔اور تیسرا قول بدعتِ صغریٰ،مثلاً حضرت علی کی حضرت عثمان پر فضیلت،یا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کے افضل الخلق ہونے کا عقیدہ،اور حضرت علی کو تمام حروب

www.idaraghufran.org

میں مصیب اوران کے مخالفین کومخطی قرار دینے کا عقیدہ رکھنے کی صورت میں قبول ہونے ،اور بدعتِ کبریٰ،مثلاً شیخین سے تبری کرنے ،اوران پرودیگرمخالفینِ علی صحابہ پرسب وشتم کرنے ،یا حضرت علی اوران کے موافقین کے علاوہ اکثرصحابہ کی تکفیرکرنے کی صورت میں قبول نہ ہونے کا۔اور چوتھا قول، بدعت کی طرف دعوت دینے کی صورت میں روایت قبول نہ ہونے کا،اوردعوت نہ دینے کی صورت میں قبول ہونے کا۔اور پانچواں قول مبتدعین کی ان روایات کے قبول نہ ہونے کا، جوان کے اپنے مذہب کی نصرت،اوراپنی بدعت کے مضبوط ہونے سے متعلق ہوں،اوراس کے علاوہ دیگرروایات کے قبول ہونے کا''۔

(ملاحظہ ہو:ظفر الامانی بشرح مختصر السید الشریف الجرجانی، ص ۴۹۲، الباب الثانی فی الجرح والتعدیل، الناشر: مکتب المطبوعات الاسلامیة بحلب، الطبعة الثالثة فی بیروت: 1416)

مذکورہ عبارت میں ''شیخین سے تبری کرنے ،اوران پرودیگرمخالفینِ علی صحابہ پرسب وشتم کرنے ،یا حضرت علی اوران کے موافقین کےعلاوہ اکثرصحابہ کی تکفیرکرنےکو''بدعتِ غیرمکفرہ''قراردیا گیاہے۔

نیزحضرت علی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعدافضل الخلق سمجھنےکو'''بدعتِ صغریٰ''اورمتقدمین کےعرف والاتشیع قراردیا گیاہے۔

اورعلامہ ظفراحمدعثمانی صاحب نےبھی''قواعد فی علوم الحدیث ''میں''بدعتِ مکفرة وبدعتِ مفسقة '' کی تقسیم کی ہے،اوربدعتِ مکفرة کے لئےتمام امت کےقواعدکےمتفق علیہ طریقہ پرہونےکوضروری قراردیاہے۔

اسی کےساتھ بدعتی کی روایت قبول ہونے نہ ہونے سے متعلق مختلف اقوال کوذکرکیاہے۔

(ملاحظہ ہو:قواعد فی علوم الحدیث ،مشمولة ''اعلاء السنن''ج۱۸ص ۸۹۶۹ الی ۸۹۷۱، الفصل السابع فی اصول الجرح والتعدیل والفاظھما واسباب الجرح لایقبل الجرح المبھم ، ویقبل فیمن لم یوثقه احد،البدعة نوعان مؤثرة فی رد الروایة وغیر مؤثرة)

نیزعلامہ ظفراحمدعثمانی صاحب نے''قواعد فی علوم الحدیث ''میں یہ بھی فرمایا کہ:

قلت فالغلو فی التشیع لیس بجرح اذا کان الراوی ثقة(قواعد فی علوم الحدیث ،ص ۹۰۵۹ ،مشموله ''اعلاء السنن''ج۱۸)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ تشیع میں غلو "جرح" نہیں ہے، جبکہ راوی ثقہ ہو (قواعد فی علوم الحدیث)

پھر حافظ ابنِ حجر نے "فتحُ الباری" کی مندرجہ بالا فصل میں آگے چل کر فرمایا:

"عباد بن یعقوب رواجنی کوفی ابوسعید، مشہور رافضی ہیں، لیکن یہ سچے تھے، جن کی ابوحاتم نے توثیق کی ہے، اور حاکم نے فرمایا کہ ابنِ خزیمہ جب ان کی حدیث کو بیان کرتے تھے، تو یہ کہا کرتے تھے کہ ہم سے ثقہ نے حدیث بیان کی، جس کی روایت کے راوی کی رائے میں تہمت پائی جاتی ہے، جو کہ عباد بن یعقوب ہیں۔ اور ابنِ حبان نے فرمایا کہ یہ رافضی تھے، رافضیت کے داعی تھے، اور صالح بن محمد نے فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ان سے بخاری نے "کتابُ التوحید" میں ایک حدیث کو مقروناً روایت کیا ہے، اور وہ ابنِ مسعود کی حدیث ہے، جس میں کون سے عمل کے افضل ہونے کا ذکر ہے، اور ان کی بخاری میں اس روایت کے علاوہ دوسرے طرق سے بھی حدیث موجود ہے" (فتح الباری)

(ملاحظہ ہو: فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱، ص ۴۱۲، الفصل التاسع فی سیاق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی "نزهة النظر فی توضيح نخبة الفكر" میں فرماتے ہیں:

ثم البدعة، وهى السبب التاسع من أسباب الطعن فى الراوى:

وهى إما أن تكون بمكفر: كأن يعتقد ما يستلزم الكفر. أو بمفسق:

فالأول: لا يقبل صاحبها الجمهور. وقيل: يقبل مطلقا.

وقيل: إن كان لا يعتقد حل الكذب لنصرة مقالته قُبل. (نزهة النظر فى توضيح نخبة الفكر فى مصطلح أهل الأثر لابنِ حجر، ص ۱۰۲ الى ۱۰۴، الطعن فى الراوى وأسبابه، البدعة ورواية البدعة)

ترجمہ: پھر راوی میں اسبابِ طعن کا نواں سبب "بدعت" ہے، اور بدعت یا تو "مکفرۃ" ہوتی ہے، جیسا کہ ایسی چیز کا عقیدہ رکھنا، جو "استلزامِ کفر" کا باعث ہو، یا بدعت "مفسقة" ہوتی ہے۔

پس پہلی بدعت کے مرتکب کی روایت کو جمہور قبول نہیں کرتے۔

اور ایک قول مطلقاً (یعنی مکفرۃ و مفسقۃ کی تقسیم کے بغیر) قبول ہونے کا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنے قول کی نصرت کے لیے کذب کے حلال سمجھنے کا عقیدہ نہ رکھے، تو اس کی روایت قبول کی جائے گی (ورنہ قبول نہیں کی جائے گی) (نزھۃ النظر)

''بدعتِ مکفرہ'' سے ''تاویلی، صریح'' اور ''غیر مجمع علی الکفر'' بدعت مراد ہے، جیسا کہ ''ما یستلزم الکفر'' کے الفاظ، اور اس سے پہلے ''فتح الباری'' کی عبارت ''فالمکفر بھا لابد ان یکون ذالک التکفیر متفقا علیہ من قواعد جمیع الائمۃ'' کے الفاظ سے ظاہر ہے، ورنہ اس میں اختلاف کے کوئی معنیٰ نہیں تھے، کیونکہ قطعی ویقینی کافر کی روایت کردہ حدیث کسی کے نزدیک بھی معتبر نہیں۔

اور ''استلزامی کفر'' یا ''لازمِ مذہب'' محققین کے نزدیک ''تکفیر'' کا باعث نہیں۔

چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی ''فتحُ الباری'' میں فرماتے ہیں:

**لازم المذھب لیس بمذھب** (فتح الباری، ج ۱۲، ص ۳۳۷، باب ما ینھی من الخداع)

ترجمہ: مذہب کا لازم، مذہب نہیں ہوتا (فتح الباری)

اور ملا علی قاری ''کفرِ صریح و استلزامی'' کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**الصواب عند الأکثرین من علماء السلف والخلف أنا لا نکفر أھل البدع والأھواء إلا إن أتوا بمکفر صریح لا استلزامی؛ لأن الأصح أن لازم المذھب لیس بلازم** (مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۱۸۰، کتاب الایمان)

ترجمہ: درست بات اکثر علمائے سلف وخلف کے نزدیک یہ ہے کہ ہم ''اہلِ بدعت و اہلِ اہواء'' کی تکفیر نہیں کرتیں گے، سوائے اس کے کہ وہ صریح کفریہ بات کو اختیار کریں ''استلزامی'' کا اعتبار نہیں، کیونکہ صحیح تر قول کے مطابق ''مذہب کا لازم، لازم نہیں ہوا کرتا'' (مرقاۃ)

اور عزالدین صنعانی کا سلافہ بالامیر نے اپنی تالیف ''إسبال المطر علی قصب السکر'' میں حافظ ابنِ حجر وغیرہ کے حوالہ جات کا ذکر کیا ہے، اور فرمایا کہ میں نے اس موضوع پر اپنے رسالہ ''ثمرات النظر فی علم الأثر'' میں سیر حاصل بحث کی ہے، جس کے بعد انہوں نے فرمایا:

www.idaraghufran.org

" وقد عرف من كلام الحافظ أنه اعتمد قبول رواية من ابتدع بمكفر إذا كان ضابطا ورعا تقيا. ثم هذا مبنی علی التكفير بالإلزام وهو باطل وعلى أنه يكفر أهل القبلة بالبدعة وهو خلاف مذهب الأشعرية (إسبال المطر على قصب السكر ،للصنعانی،ص ٣٠٦،مسألة البدعة)

ترجمہ: حافظ ابنِ حجر کے کلام سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ انہوں نے"بدعتِ مکفرۃ" کے مرتکب کی روایت قبول ہونے پر اعتماد کیا ہے،جبکہ وہ ضبط اور ورع وتقوے کی صفت کا حامل ہو۔پھر یہ"الزام" کی وجہ سے تکفیر پر مبنی ہے،اور یہ باطل ہے،نیز یہ اس پر مبنی ہے کہ اہلِ قبلہ کی بدعت کی وجہ سے تکفیر کی جائے،اور یہ مذہبِ اشعریہ کے خلاف ہے(اسبال المطر )

اس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے مواقع پر محدثین"بدعتِ مکفرۃ" سے"کفرِ استلزامی" کو مراد لیا کرتے ہیں،اوراس کی وجہ یہ ہے کہ صریح کافر سے محدثین نے،روایات کو اخذ نہیں کیا۔

چنانچہ عزالدین کا سلافہ بالامیر نے"ثمرات النظر "میں فرمایا:

من المعلوم أنه لا يروى أحد من أهل العلم كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم عن غير مسلم(ثمرات النظر فی علم الأثر،ص ١٢٢،نتائج البحث)

ترجمہ: یہ بات معلوم ہے کہ اہلِ علم میں سے کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو غیر مسلم سے روایت نہیں کیا(ثمرات النظر)

پھر آگے چل کر اپنے مذکورہ کلام کی تشریح کرتے ہوئے کا سلافہ بالامیر نے فرمایا:

علم من أنه لا يروى أحد من أئمة المسلمين عن غير مسلم أحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم(ثمرات النظر ،ص ١٣٤،نتائج البحث)

ترجمہ: یہ بات معلوم ہے کہ ائمۂ مسلمین میں سے کسی نے بھی،کسی غیر مسلم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو روایت نہیں کیا(ثمرات النظر)

اورعلامہ ابنِ عابدین شامی"ردالمحتار "میں فرماتے ہیں:

نص المحدثون على قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء على تأويل له فاسد.فعلم أن ما ذكره فی الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح (رد

المحتار ، ج۴، ص۲۳۷ کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: محدثین نے ’’اہل الاھواء‘‘ کی روایت قبول کئے جانے کی تصریح کی ہے،اور یہ حکم اس شخص کو بھی شامل ہے، جو’’عامۃِ صحابہ‘‘ پر سب وشتم کرے،اور اپنی کسی فاسد تاویل کی بناپر،ان کی تکفیر کرے۔پس اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو خلاصہ میں اس کے کافر ہونے کا ذکر ہے،وہ ضعیف قول ہے، جو متون،اور شروح کے مخالف ہے(ردالمحتار)

اورملاعلی قاری نے’’مشكاةُ المصابيح‘‘ کی شرح’’مرقاةُ المفاتيح‘‘میں فرمایا:

أن رجال الصحيحين قد يوجد فيهم من صرحوا بأنه خارجي أو رافضي(مرقاة المفاتيح ، ج۳، ص۱۲۳۸ ، كتاب الجنائز ،باب البكاء على الميت)

ترجمہ: بخاری ومسلم کے راویوں میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں،جن کے متعلق محدثین نے تصریح کی ہے کہ وہ خارجی ،یارافضی تھے(مرقاۃ)

اورہم نے اپنے دوسرے مضمون’’اہلِ تشیع کی تحقیق وتکفیر‘‘میں متعدد ایسے راویوں کا باحوالہ ذکر کر دیا ہے، جو’’رافضی‘‘شمار ہوتے ہیں،اورمحدثین نے ان سے نہ صرف یہ کہ روایات کولیا ہے، بلکہ اُن کی توثیق وتحسین بھی کی ہے۔

www.idaraghufran.org

**کیا آپ جانتے ہیں؟**

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

# تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (قسط 7)

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی کیفیت

جہاں تک خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کا تعلق ہے، تو اس سلسلہ میں چونکہ آج کل وقتاً فو قتاً، افراط وتفریط سامنے آتی رہتی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس بارے میں بھی احادیث وآثار ملاحظہ کر لئے جائیں۔

حضرت ابوعسیب، یا ابوعسیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**إِنَّهُ شَهِدَ الصَّلَاةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْهِ؟ قَالَ: اُدْخُلُوا أَرْسَالًا أَرْسَالًا ، قَالَ : فَكَانُوْا يَدْخُلُوْنَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ فَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْبَابِ الْآخَرِ** (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٠٧٦٦، حَدِيثُ أَبِي عَسِيبٍ)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی، لوگوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کس طرح پڑھیں گے، اس کے جواب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ الگ الگ داخل ہونا، ابوعسیب کہتے ہیں کہ پس لوگ اس دروازے سے داخل ہوتے تھے، اور نمازِ جنازہ پڑھتے تھے، پھر وہ دوسرے دروازے سے باہر آجاتے تھے (مسند احمد)

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث کے ضمن میں روایت ہے کہ:

**قَالُوْا: يَا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ نُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: وَكَيْفَ يُصَلّٰى عَلَيْهِ؟ قَالَ :**

يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيَدْعُوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ وَيَجِيءُ آخَرُوْنَ (السنن الكبرىٰ،للنسائی ،رقم الحديث ٧٠٨١)

ترجمہ: لوگوں نے (ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ) کہا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی، کیا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے،ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک،لوگوں نے کہا کہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی ،ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ لوگ داخل ہو کر تکبیر کہیں گے،اور دعاء کریں گے(یعنی نمازِ جنازہ پڑھیں گے ) پھر وہ باہر آ جائیں گے،اور دوسرے لوگ آ کر اسی طرح کریں گے(نسائی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث کے ضمن میں روایت ہے کہ:

فَلَمَّا فَرَغُوْا مِنْ جِهَازِهٖ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وُضِعَ عَلٰى سَرِيرِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ، ثُمَّ دَخَلَ النَّاسُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَالًا يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ، حَتّٰى إِذَا فَرَغُوْا أَدْخَلُوا النِّسَاءَ، حَتّٰى إِذَا فَرَغُوْا أَدْخَلُوا الصِّبْيَانَ، وَلَمْ يَؤُمَّ النَّاسَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ (سنن ابن ماجه،رقم الحديث ١٦٢٨)

ترجمہ: پس جب لوگ،منگل کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو آپ کے گھر مبارک میں چار پائی پر رکھا گیا، پھر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الگ الگ داخل ہو کر نمازِ جنازہ پڑھتے تھے، یہاں تک کہ جب مرد نمازِ جنازہ پڑھ کر فارغ ہو گئے،تو عورتوں نے داخل ہو کر نمازِ جنازہ پڑھا، پھر جب عورتیں نمازِ جنازہ پڑھ کر فارغ ہو گئیں،تو بچوں نے داخل ہو کر نمازِ جنازہ پڑھا،اور کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کی امامت نہیں کی(ابن ماجہ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث کے ضمن میں روایت ہے کہ:

www.idaraghufran.org

ثُـمَّ أَذِنُـوا لِـلنَّاسِ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَوْجًا فَوْجًا يُصَلُّونَ عَلَيْهِ بِغَيْرِ إِمَامٍ، حَتَّى لَـمْ يَبْـقَ أَحَـدٌ بِـالْـمَـدِينَةِ حُرٌّ وَلَا عَبْدٌ إِلَّا صَلَّى عَلَيْه (مسـنـد أبـي يـعلى،رقم الحديث ۲۹۶۲)

ترجمہ: پھر صحابہ نے لوگوں کو اجازت دی، پھر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گروہ در گروہ ہو کر داخل ہوتے ،اور بغیر امام کے نمازِ جنازہ پڑھتے ، یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں کوئی بھی آزاد اور غلام باقی نہیں رہا، جس نے جنازہ نہ پڑھا ہو(ابویعلیٰ)

مذکورہ حدیث کی سند میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن اس کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے۔
(ملاحظہ ہو:مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۱۴۲۵۴)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

’’ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں یہ فرمادیا تھا کہ میری وفات کے بعد جب تم مجھے غسل دے کر فارغ ہوجاؤ،تو کچھ وقت کے لئے باہر چلے جانا،سب سے پہلے میرا جنازہ جبریل، پڑھیں گے، پھر میکائیل پڑھیں گے، پھر اسرافیل پڑھیں گے، پھر ملکُ الموت اپنے لشکر کے ہمراہ پڑھیں گے، پھر تمام فرشتے پڑھیں گے، پھر تم میرے پاس فوج درفوج ہو کر آنا،اور مجھ پر درودوسلام پڑھنا‘‘(مسند البزار،رقم الحدیث ۲۰۲۸)

لیکن مذکورہ حدیث کی سند میں کمزوری پائی جاتی ہے، جس پر عقیدہ رکھنا احتیاط کے خلاف ہے۔
(مـلاحـظـه هـو: حـاشية الـمطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، ج۱۷،ص ۵۴۲،باب غسل النبي -صلى الله عليه وسلم،وأنِيسُ السَّارى، ج۳،ص ۲۰۷۹،حرف الهمزة)(جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

**عبرت کدہ** حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 85 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

# بنی اسرائیل کا بطورِ سزا آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا

بنی اسرائیل نے جب بچھڑے کی عبادت کی، اوراس کی محبت نے ان کے دلوں میں گھر کرلیا، اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اس بات کا احساس دِلایا کہ تم نے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی پوجا کر کے بڑی حماقت کا کام کیا ہے کہ جب ایک انسان یعنی فرعون کی پرستش، کفراور شرک تھی، تو کیا ایک حیوان کی پرستش اور پوجا کفراور شرک نہ ہوگی؟

چنانچہ حضرت موسیٰ کے سمجھانے سے ان کو ہوش آیا، اور نادم ہوئے، اوراپنی غلطی کا احساس ہوا، اور اپنی گمراہی کا یقین کر کے توبہ استغفار کرنے لگے۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْلَنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (سورۃ الاعراف ،رقم الآیۃ ۱۴۹)

یعنی ''اور جب وہ ہوش میں آئے (اوراپنی حماقت پر متنبہ ہوئے اور وہ سمجھ گئے کہ یقیناً (وہ اس حرکت سے) گمراہ ہوگئے، تب انہوں نے کہا کہ اگر ہم پر ہمارے رب نے رحم نہ کیا اور ہمیں معاف نہ کیا تو ہم بالکل نقصان میں پڑ جانے والے ہوں گے''

بنی اسرائیل نے جب اپنی غلطی پر معافی مانگی، تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر احسان فرماتے ہوئے معافی کا طریقہ مقرر فرمادیا، اور انہیں حکم ہوا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو، اس طرح اس جرمِ عظیم کی سزا تم کو یہیں مل جائے گی، اور تم آخرت کے عذاب سے بچ جاؤ جو کہ بڑا ہی ہولناک اور بہت ہی سخت اور رسوا کن عذاب ہے۔

چنانچہ انہوں نے یہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور قاتل ومقتول دونوں کو بخش دیا۔ [1]

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَبَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ. اِنَّهٗ هُوَالتَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (سورة البقرة، رقم الآية ۵۴)

یعنی ''اور (یاد کرو اس وقت کو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنا نقصان کیا؛ لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو، اور اپنی جانوں کو قتل کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک؛ پھر اُس پیدا کرنے والے نے تمہاری توبہ قبول فرمائی؛ بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے اور نہایت مہربان ہے''۔

چونکہ سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کے مجسمہ کی پوجا کرنے اور نہ کرنے میں بنیادی طور پر بنی اسرائیل تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ایک گروہ حضرت ہارون علیہ السلام اور اُن کی پیروی کرنے والوں کا تھا، جنہوں نے خود بھی بچھڑے کی پوجا نہ کی،اور دوسرے لوگوں کو بھی بچھڑے کی پوجا سے روکا۔دوسرا گروہ اُن لوگوں کا تھا جنہوں نے اگرچہ خود تو بچھڑے کی پوجا نہ کی ،لیکن دوسرے لوگوں کو بھی بچھڑے کی پوجا سے منع نہیں کیا۔تیسرا گروہ سامری اور اُس کی پیروی کرنے

---

[1] هذه صفة توبته تعالى على بنى إسرائيل من عبادة العجل .قال الحسن البصرى رحمه الله فى قوله تعالى: وإذ قال موسى لقومه يا قوم إنكم ظلمتم أنفسكم باتخاذكم العجل فقال: ذلك حين وقع فى قلوبهم من شأن عبادتهم العجل ما وقع حتى قال تعالى: ولما سقط فى أيديهم ورأوا أنهم قد ضلوا قالوا لئن لم يرحمنا ربنا ويغفر لنا. قال: فذلك حين يقول موسى يا قوم إنكم ظلمتم أنفسكم باتخاذكم العجل وقال أبو العالية وسعيد بن جبير والربيع بن أنس فتوبوا إلى بارئكم أى إلى خالقكم، قلت: وفى قوله هاهنا إلى بارئكم تنبيه على عظم جرمهم، أى فتوبوا إلى الذى خلقكم وقد عبدتم معه غيره .وقد روى النسائى وابن جرير وابن أبى حاتم من حديث يزيد بن هارون عن الأصبغ بن زيد الوراق عن القاسم بن أبى أيوب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس، قال: فقال الله تعالى: إن توبتهم أن يقتل كل واحد منهم من لقى من والد وولد فيقتله بالسيف ولا يبالى من قتل فى ذلك الموطن، فتاب أولئك الذين كانوا خفى على موسى وهارون ما اطلع الله على ذنوبهم فاعترفوا بها وفعلوا ما أمروا به فغفر الله للقاتل والمقتول .وهذا قطعة من حديث الفتون وسيأتى فى سورة طه بكماله إن شاء الله(تفسير ابنِ كثير، ج ا ص ۲۶۴، سورة البقرة)

والوں کا تھا، جنہوں نے خود بھی بچھڑے کی پوجا کی اور دوسروں کو بھی بچھڑے کی پوجا کرنے کی دعوت دی۔ پہلے گروہ نے کیونکہ گناہ نہیں کیا تھا،اس لیے اُنہیں توبہ کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

البتہ دوسرے گروہ کا یہ گناہ تھا کہ اپنی قوم کے لوگوں کو گناہ کرنے سے روکا نہیں تھا، اور ظاہر ہے کہ نیکی کا حکم کرنا اور بُرائی سے روکنا یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض تھا، اور فرض کا چھوڑنا گناہ ہے؛ اور تیسرے گروہ نے بچھڑے کی پوجا کرنے کا گناہ کیا تھا۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرے اور تیسرے گروہوں کے لیے توبہ کا یہ طریقہ مقرر ہوا کہ دوسرے گروہ والے تیسرے گروہ یعنی سامری اور اُس کی پیروی کرنے والوں کو قتل کریں، تاکہ دوسرے گروہ والوں کی توبہ اپنے عزیز واقارب اور رشتہ داروں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرکے مکمل ہو اور تیسرے گروہ والوں کی توبہ اپنا قتل کرا کر مکمل ہو۔ [1]

جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ توبہ کا طریقہ بتایا، تو سب نے کہا کہ ہم اللہ کے حکم پر راضی ہیں، چنانچہ سب جمع ہوگئے، جس گروہ نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی، اُس نے بچھڑے کی پوجا کرنے والے گروہ کو قتل کرنا شروع کیا اور مقتولین کی تعداد ستر ہزار ہوگئی، اس پر حضرت موسیٰ اور ہارون نے نہایت تضرع اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی۔

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، اور قتل ہونے والوں کو نہ صرف یہ کہ معاف فرمایا بلکہ شہادت کا درجہ عطا فرمایا اور جو لوگ زندہ رہ گئے، اُنہیں گناہوں سے پاک فرمادیا۔

یاد رہے کہ یہ بالکل ایسا ہی امتحان تھا، جس طرح جنگ بدر میں مسلمانوں کو اپنے ہی عزیزوں کے خلاف تلوار نکالنا پڑی تھی، کیونکہ مکہ سے آنے والے کفار کے لشکر میں کتنے ہی ایسے لوگ تھے، جن سے مہاجرین کی قریبی رشتہ داریاں تھیں، کسی کا باپ اُدھر تھا، تو بیٹا اِدھر، کسی کا ماموں اُدھر تھا، تو بھانجا اِدھر، کسی کا ایک بھائی اگر مسلمانوں میں تھا، تو دوسرا کافروں میں، جو لوگ اس طرح کے امتحانوں میں پورا اترتے ہیں ان کے اخلاص میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

---

[1] الثالث: أن بنی إسرائیل کانوا قسمین: منهم من عبد العجل ومنهم من لم یعبده ولکن لم ینکر علی من عبده، فأمر من لم یشتغل بالإنکار بقتل من اشتغل بالعبادة(تفسیر الرازی، ج۳ص۵۱۷، سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

# ''صَبِرْ''یعنی ایلوویرااور''ثُفَّاءْ''یعنی ہالوں کےفوائد

## ''صَبِرْ''یعنی ایلوویراکےفوائد

پیٹ کے کیڑوں کے لئے: پیٹ کے کیڑوں، اور خاص طور پر چنونوں کے خاتمے واخراج کیلئے پانی میں ایلوویراکوحل کر کے حقنہ کرنا مفید ہے، یاایلوویراکوکسی روغن میں ملاکرمقعد میں لگانے سے بھی چنونےختم ہوتے ہیں۔

زخموں کوصاف کرنے کے لئے: ''صَبِـــرْ''یعنی ایلوویرا، زخم صاف کرنے کیلئے تنہایامناسب ادویہ کے ہمراہ یامرہم میں شامل کر کے لگانا مفید ثابت ہوا ہے۔

آشوبِ چشم کے لئے: آشوبِ چشم یعنی آنکھوں کے سرخ ہونے کے مرض میں ''صَبِـــرْ''یعنی ایلوویرا، کاآنکھوں پرلیپ کرنا مفید ہے،اوراس عمل سےنظربھی تیز ہوتی ہے،اور''صَبِـــرْ''یعنی ایلوویرا، کے آنکھوں پر لیپ کرنے کا احادیث میں ذکر آیا ہے، جیسا کہ گزشتہ اقساط میں وہ احادیث ذکرہوئی ہیں۔

وزن کم کرنے کے لئے: ''صَبِرْ''یعنی ایلوویرا، وزن کم کرنے میں بھی مددگار ہے،اس مقصد کے لیے ہفتے میں 2 مرتبہ ایک کپ ایلوویرا کا جوس استعمال کرنا مفید ہے۔

قبض کے لئے: ''صَبِرْ''یعنی ایلوویرا،ملین اور مسہل ہے،اورقبض دورکرنے کیلئے بکثرت استعمال ہوتا ہے،اسی طرح دماغ،اور پیٹ کے فضلات کوخارج کرتا ہے۔

غرضیکہ''صَبِرْ''یعنی ایلوویرا،سستااورانتہائی مفید پوداہے، جسےاپنے گھرمیں آسانی لگایاجاسکتا ہے۔

## ''ثُفَّاءْ''یعنی ہالوں کےفوائد

دَستوں کے لئے: ''ثُـفَّـاءْ''یعنی ہالوں کا مزاج خشک گرم ہے،لہٰذابلغمی کھانسی میں ہالوں کا قہوہ یااس کے بیجوں کے سفوف کااستعمال مفید ہے،اسی طرح دست وپیچس میں بھی اس کا استعمال فائدہ

www.idaraghufran.org

مند ہے۔

**قوتِ مدافعت کے لئے:** قوتِ مدافعت ہر انسان کے اندر ایک چھپی ہوئی طاقت ہوتی ہے، جو انسان کو مختلف امراض سے محفوظ رکھتی ہے، جدید تحقیق کی رو سے وٹامن ''سی'' قوتِ مدافعت کا سرچشمہ ہے، اور ''ثُفَّاءُ'' یعنی حالوں میں وافر مقدار مقدار میں وٹامن ''سی'' پایا جاتا ہے، جو قوتِ مدافعت کو بڑھاتی ہے، اور ''ثُفَّاءُ'' یعنی حالوں کے استعمال سے چہرہ خوبصورت ہوتا ہے۔

**ہڈیوں کی مضبوطی کی لئے:** جدید تحقیق کے مطابق ''ثُفَّاءُ'' یعنی حالوں کے اندر وٹامن ''کے'' وافر مقدار میں پایا جاتا ہے، اور وٹامن ''کے'' ہڈیوں کو مضبوط بناتا ہے، اس کے برعکس وٹامن ''کے'' کی کمی سے ہڈیاں کمزور ہوتی ہیں۔

**وزن کم کرنے کے لئے:** ''ثُفَّاءُ'' یعنی حالوں وزن کم کرنے میں بھی مددگار ہے، اور اس مقصد کے لئے ایک چھوٹے چمچ کے بقدر اس کے بیجوں کو ایک گلاس پانی میں رات کو بھگودیا جائے، اور نہار منہ یہ پانی پی لیا جائے، مگر یہ پانی لگاتار لمبے عرصے تک نہیں پینا، بلکہ ایک ماہ تک ہفتے میں دو سے تین دن پینا ہے۔

**مصفی خون:** ''ثُفَّاءُ'' یعنی حالوں کا مناسب استعمال کرنا خون کو صاف کرتا ہے، اس کے علاوہ جلدی امراض کو جو خون کی خرابی سے نمودار ہوں، ان کے لئے بھی ''ثُفَّاءُ'' یعنی حالوں کا استعمال مفید ہے۔

**ریحی امراض اور زکام کے لئے:** حالوں کا جوشاندہ پینے سے سردی کے عوارض دُور ہوتے ہیں، نیز معدے کے درد میں بھی یہ جوشاندہ مفید ہے، اسی طرح زکام کے لئے بھی مفید ہے۔

**بلغم ختم کرنے کے لئے:** ''ثُفَّاءُ'' یعنی حالوں کا جوشاندہ بلغم کو خارج کرتا ہے، اور سانس لینے کی تنگی اور کھانسی میں حالوں کا استعمال مفید ہے۔

**دردوں کی تسکین کے لئے:** ''ثُفَّاءُ'' یعنی حالوں کا جوشاندہ یا اس کے بیجوں کا سفوف، جسم میں ہونے والے دردوں کے لئے مفید ثابت ہوا ہے۔

مختصراً یہ کہ ''ثُفَّاءُ'' یعنی حالوں کے بیجوں کو گھر میں رکھنا، اور مذکورہ عوارض میں استعمال کرنا مفید ہے۔

**اخبارِ ادارہ** مفتی محمد ناصر

# ادارہ کے شب وروز

☐...... 28 / جمادی الاولیٰ اور 6 / 13 / 20 / 27 / جمادی الاخریٰ 1444ھ بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

☐...... یکم / 8 / 15 / 22 جمادی الاخریٰ 1444ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

☐...... یکم / جمادی الاخریٰ 1444ھ، بروز اتوار (مطابق 25 / دسمبر 2022ء) بروز اتوار، روات میں قائم ادارہ غفران کی شاخ میں ادارہ کا سالانہ شورائی اجلاس منعقد ہوا، جس میں مقامی اور بیرونی اراکین شریک ہوئے، شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم (جامعہ امدادیہ، فیصل آباد) حسبِ سابق تشریف لائے، معزز اراکین کے سامنے مالیاتی گوشوارے اور آمدوخرچ کے حسابات پیش کیے گئے، تعلیمی شعبوں، دارالافتاء، شعبہ نشرواشاعت، ماہنامہ التبلیغ، مسجد غفران اور تعمیرِ پاکستان سکول کی بھی پورے سال کی کارگزاری حسبِ سابق مرتبہ شکل میں اراکین کو فراہم کی گئی، اور اجلاس میں ملاحظہ کی گئی، معزز اراکین نے تحسین فرمائی اور آراء پیش کیں، بحمد اللہ ادارہ مجموعی طور پر اپنے تمام شعبوں میں اپنے مقاصد کے حصول میں ترقی پذیر ہے، اس بات پر اراکین نے اطمینان ظاہر فرمایا ''اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ'' (اجلاس ظہر تا عصر انعقاد پذیر ہوا)

☐...... 25 / جمادی الاخریٰ 1444ھ، بروز بدھ، راقم الحروف نے امسال شعبہ حفظ سے فراغت پانے والے طلبہ کا سالانہ امتحان لیا۔

☐...... تعمیرِ پاکستان سکول میں یکم / جمادی الاخریٰ (25 / دسمبر) بروز اتوار، سے 15 / جمادی الاخریٰ (8 / جنوری) بروز اتوار تک سردیوں کی تعطیلات رہیں، اور 16 / جمادی الاخریٰ بروز پیر سے دوبارہ تعلیمی سلسلہ کا آغاز ہوا۔

---

**تعمیرِ پاکستان سکول میں پرائمری تک کی جماعتوں میں داخلے جاری ہیں**

خواہشمند حضرات سکول کے دفتر میں رابطہ کر کے مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

فون: 051-5780927